ماهنامہ مجلہ

حیاتِ نو

بلریاگنج

MAY : 87

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیات نو

جلد ۲ شمارہ ۵

مئی ۱۹۸۷ء

مدیر منتظم نور محمد فلاحی

مدیر طارق فارقلیط فلاحی

"مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں"

قیمت فی شمارہ ۳ روپے

سالانہ تعاون ۳۰ روپے

خصوصی تعاون ۱۰۰ روپے

غیر ممالک سے ۱۵ امریکی ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر مجلہ حیات نو، بلریا گنج اعظم گڈھ یوپی

۲۷۱۱۲۱

نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ

نقوش حیات نو

		صفحہ نمبر
اداریہ		
رمضان ۔ قرآن کا مہینہ ہے	ایڈیٹر	۳
بحث و نظر		
ہمارے کام کی ساری اساس خدا پرستی پر ہے	نعیم صدیقی	۸
مناسک حج کی تاریخ	رضی الاسلام ندوی	۱۷
اسلامی مدارس کے لئے جدید نصاب تعلیم کا ایک اجمالی خاکہ	ڈاکٹر خلیل احمد سابق ناظم جامعہ	۲۹
شخصیات		
ملا صدرا ۔ ایک عظیم فلسفی	غلام یحییٰ انجم	۴۵
وقت کی آہٹیں		
بورڈ کلب پر مظاہرہ	الرام	۵۷
تعارف و تبصرہ		
الفلاح ۔ سہ ماہی فکر و نظر	ادارہ	۵۹
جامعہ کے لیل و نہار		
فارغین جامعہ کو الوداعی پارٹی	ادارہ	۶۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

رمضان ۔ قرآن کا مہینہ ہے

رمضان نیکیوں کا موسم بہار ہے اور قرآن اس موسم بہار کی بہار ہے آج سے ۱۴۰۰ سو سال پہلے غارِ حرا کے پرسکون اور خاموش ماحول میں انسانی آبادی اور چہل پہل سے دور مکہ کا سب سے شریف انسان محمد ابن عبداللہ اپنے خدا سے لو لگائے کائنات پر غور و فکر میں مصروف تھا کہ اچانک ایک روز غارِ حرا کا سکوت ٹوٹ گیا۔ ایک آواز ــ بڑی انوکھی آواز مسلسل ان کے کانوں میں آرہی تھی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ۔ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (سورہ علق) (پڑھو (اے نبی) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو، اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔ یہ کلام خدا کا کلام تھا اور یہ آواز حضرت جبرئیل کی تھی۔ قرآن کی یہ سب سے پہلی آیت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور یہی وہ موقعہ ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعلان کیا گیا۔ یہ دونوں بیش بہا نعمتیں بھی رمضان کے مقدس ترین مہینے میں ملیں قرآن نے اس کا تذکرہ بڑے پیارے انداز میں یوں کیا ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا لوگوں کے لئے ہدایت بنا کر اور ہدایت اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کے کھلے دلائل کے ساتھ۔ سو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو وہ اس کے روزے رکھے۔ سورہ قدر میں فرمایا إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔ اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ علامہ جریر طبری کی تحقیق کے مطابق قرآن مجید کے نازل ہونے کی تاریخ ۱۷ رمضان المبارک ۱۰ اگست ۶۱۰ء ہوتی ہے بعض دوسرے علماء نے رمضان کے آخری عشرہ کی

طاق راتوں میں اس کے نزول کا آغاز بتایا ہے۔ رمضان کے روزوں کی فرضیت کا مقصد یہ ہے کہ ان نعمتوں کے حصول پر ہم خدا کی بڑائی، اور اس کی عظمت کے گن گائیں (وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ) اور اس کی بارگاہ میں اپنے سر کو جھکا کر اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کر کے اس کا شکر بجا لائیں (وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ) اور اپنے اندر ان نعمتوں کے جذب کرنے کی زیادہ سے زیادہ استعداد اور صلاحیت پیدا کریں (لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ) سورہ بقرہ آیت ۱۸۵

اگر ہم ذرا مزید غور کریں تو یہ بات اور واضح ہو جاتی ہے کہ رمضان، اصلاً قرآن کا مہینہ ہے اور خدائے بزرگ و برتر نے سال کے بارہ مہینوں میں سے ایک مہینہ قرآن کے لئے ایک خاص طریقے سے مختص کر کے اس کی حفاظت کا ایک عظیم انتظام کیا ہے۔ (انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون)۔ قرآن کی حفاظت اور اس کو زمانے کی دست درازیوں سے بچانے کے لئے قدرت کی طرف سے کتنا انوکھا اور بے مثل انتظام ہے۔ اگر قرآن کو یاد کرنے، اس کو پڑھنے اور زیادہ سے زیادہ اس کو حاصل کرنے کے لئے کوئی اور مہینہ کسی اور طریقے سے خاص کیا جاتا تو اس میں وہ کشش، وہ لگاؤ اور قرآن سے وہ قربت پیدا نہ ہوتی جتنی کہ رمضان المبارک کے مہینے میں پیدا ہوتی ہے۔ صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک انسان پورے ایک مہینہ بھوکا پیاسا اور نفسانی خواہشات سے دور رہتا ہے اور مسلسل اس عمل سے گزرتا ہے، اس طرح اس کے جسم و روح کے اندر گداز نرمی، اور خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہے اور وہ خدا کی ذات کی طرف، اس کی کتاب کی طرف اور اس کی خوشنودی کی طلب میں آگے بڑھتا ہے، قرآن پڑھتا ہے، اس کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کو اپنے اندر جذب کرتا جاتا ہے اور پھر رات کو تراویح میں سنتا ہے اور آخری عشرہ میں ساری دنیا سے کٹ کر گوشہ نشین ہو جاتا ہے۔ نوافل، ذکر و اذکار اور تلاوت قرآن میں ایک عشرہ گزارتا ہے اس طرح اس کا دل خدا کی معرفت کے نور سے بھر جاتا ہے اور اسکو اس کی نعمتوں کی صحیح قدر و قیمت کا احساس ہوتا ہے۔

روزہ اسلام کا جو تصور رکھتا ہے اور اپنے اندر خیر و سعادت اور رحمتوں اور برکتوں کے جو بیش بہا خزانے رکھتا ہے۔ یہ انسان کے جسم و روح کی کثافتوں کو دور کرتا اور اس کو پاکیزہ اور صالح بناتا ہے اس کا مقصد انسان کا تزکیہ ہے اگر یہ چیز حاصل نہ ہو تو روزہ رکھنے سے کوئی فائدہ نہ

رہو گا۔ حدیث شریف میں دو ٹوک انداز میں یہ بات کہی گئی ہے۔ روزہ ڈھال ہے "مسلم" پس جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو چاہیے کہ وہ بدکلامی کرے نہ غل مچائے، اور اگر کوئی اس سے گالی گلوج کرے یا لڑنے جھگڑنے پر اتر آئے تو اس سے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں، میں روزے سے ہوں، مسلم، کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنکے پلے اپنے روزہ سے پیاس کے سوا اور کچھ نہیں پڑتا، دارمی۔ جس کسی نے (روزہ کی حالت میں) جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا وہ جان لے کہ اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ بخاری۔ روزہ خدا کی ذات کو بہت ہی زیادہ محبوب ہے "انسان کے ہر عمل خیر کا اجر دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک ملے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لیکن روزہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا جتنا چاہوں گا بدلہ دونگا انسان اپنی شہوت نفس اور اپنا کھانا پینا میری ہی خاطر تو روکے رہتا ہے، مسلم۔ خدا ہمیں روزہ سے کما حقہ فائدہ حاصل کرنے کی توفیق دے۔

عربی مدارس اور نصاب تعلیم ملت اسلامیہ ایک زندہ اور بیدار ملت ہے۔ اس کی پوری تاریخ قربانیوں سے بھری ہوئی ہے۔ ملت، مذہب اور اسلام کو جب بھی اور جس چیز کی ضرورت پیش آئی ملت اسلامیہ کے افراد آگے بڑھ گئے اور اپنا سب کچھ داؤ پر لگا کر اس پر آنچ نہ آنے دی۔

بھارت میں مسلم شہنشاہیت کے خاتمے کے بعد خاص طور پر ایک بہت بڑا چیلنج در پیش ہوا، وہ چیلنج یہ تھا کہ کس طرح مسلم بچوں کو دین اور سیکولر نظام تعلیم سے بچایا جائے اور دینی اور مذہبی تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔ ہندی مسلم ملت نے اس چیلنج کو قبول کیا اور جگہ جگہ، قریہ قریہ بستی بستی، مکاتب مدارس اور دینی تعلیم گاہوں کا ایک جال پھیلا دیا اور مسلم عوام نے اپنی اقتصادی بدحالی اور معاشی کمزوری کے باوجود دینی مدارس کے اس خرچ کو برداشت کیا اور آج تک برداشت کر رہے ہیں۔ مسلم ملت اور مسلم عوام اس پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ لیکن ہمارے علماء کرام زعماء اور مفکرین نصاب تعلیم کے بنانے میں چوک گئے وہ مومنانہ فراست اور داعیانہ حکمت سے کام نہ لے کر وقتی حالات کے رو میں بہہ گئے اور ایسا نصاب تعلیم مرتب کیا جس نے مسلم ملت کو دین و دنیا کے دو خانوں میں تقسیم کر دیا۔ انھوں نے اپنے بچوں کو لادینی اور سیکولر فکر سے بچانے کے ساتھ ساتھ وقت کے فنون اور زبان و ادب سے بھی دور رکھا جس کی وجہ سے ایک طرف تو صرف مسجد کے امام اور خطیب

پیدا ہوسکے جو باہر کی دنیا کے لئے جاہل اور ان پڑھ تھے تو دوسری طرف دین سے بے بہرہ اور سیکولر اور لادینی عناصر کے حامل ایسے افراد پیدا ہوئے جو ملت کی قیادت کرتے رہے۔ اور یہ صورت حال آج صدیاں بیت جانے کے بعد بھی برقرار ہے۔ کیونکہ ہمارے عربی مدارس میں جو نصاب ہے وہ ملت کا قائد نہیں پیدا کرتا بلکہ تنگ ذہن، جھگڑالو اور بے روح انسان پیدا کرتا ہے جو اسلام اور ملت کی قیادت کیلئے مضر اور نقصاندہ ہے۔ جس نے اسلام اور ملت کی خدمت کی بجائے اس کو منتشر اور گروہی، مسلکی اور فقہی اختلافات میں تقسیم کرکے اس کو پارہ پارہ کر دیا اور آج بھی ایک دوسرے کو کافر، ملحد اور زندیق کہتے پڑتا ہوا ہے جیسا کہ صدیوں پہلے کیا کرتا تھا یہ ایک افسوسناک پہلو ہے جس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔ اگر ہمارے علماء اور مفکرین وقتی مصلحتوں سے اوپر اٹھ کر ذرا دقت نظر سے کام لے کر ایسا نصاب تعلیم بناتے جس میں دین کے ساتھ ساتھ عصری علوم بھی داخل نصاب ہوتے تو وہ مسلم عوام جو اپنے بچوں کو عصری علوم میں اعلی تعلیم دلانا چاہتے ہیں وہ بھی ان مدارج سے گزار کر اپنے بچوں کو اوپر لے جاتے اور وہ مسلم عوام جو اپنے بچوں کو دینی علوم میں اعلی تعلیم دلانا چاہتے، وہ بھی اپنے بچوں کو آگے بڑھا سکتے۔ اس طرح فکری تصادم کم ہوجاتا اور سیکولر اور لادینی قیادت اور فکر کا مسئلہ بھی زیادہ پریشان کن نہ ہوتا مگر ہائے افسوس وقتی مصلحتوں کی وجہ سے آج لادینی عناصر اور سیکولر فکر نہ صرف ہمارے دروازوں پر دستک دے رہی ہے بلکہ ہمارے گھروں کے اندر گھس کر بسیرا کرتی جا رہی ہے اور اب تو مسجد و محراب بھی اس سے محفوظ نہیں ہیں۔ تاہم مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ دیر سے ہی صحیح امت کے افراد اس بات کو محسوس کر رہے ہیں اور اکا دکا آوازیں اٹھنے لگی ہیں۔ اے کاش کی ان آوازوں میں جان پیدا ہوجائے اور وہ عمل کا روپ اختیار کرلیں۔ ابھی حال ہی میں ایک مضبوط آواز ہمارے کانوں سے ٹکرائی ——— وہ آواز ہے مولانا صدرالدین اصلاحی کی ——— آپ دور حاضر کے ایک صحیح الفکر عظیم مفکر ہیں اور جماعت اسلامی کے روح رواں اور درجنوں کتابوں کے مصنف اور خوش قسمتی سے ایک بڑے ادارے جامعۃ الفلاح کے ناظم بھی۔ جامعہ کے سالانہ میگزین "الفلاح" کے لئے ایک انٹرویو میں ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا: "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دینی درسگاہوں کا نصاب تعلیم وقت سے انتہائی غور و فکر اور بعض دور رس تبدیلیوں کا طالب بنا ہوا ہے۔

اور معیار تعلیم بھی ایک مسئلہ بن گیا ہے۔ نصاب تعلیم کو ضرورت زمانہ کے مطابق از سر نو مرتب کیے جانے کا احساس مولانا شبلی نعمانیؒ کے دور ہی سے کیا جا رہا ہے اور اس سلسلے میں کچھ عملی اقدامات بھی کیے جا چکے ہیں مگر حال اور حال سے بڑھ کر مستقبل، ابھی بہت کچھ کیے جانے کا تقاضہ کر رہا ہے۔ مسئلہ غیر معمولی حد تک اہم اور اس کا حل بڑا دشوار طلب ہے۔ پہلی ضرورت اس بات کی ہے کہ صاحب نظر علماء دین اور مفکرین ملت کا ایک منتخب گروہ سر جوڑ کر بیٹھے۔ اور سارے بنیادی پہلوؤں کو سامنے رکھ کر نصاب کا تعین فرمائے۔ یہ کام دو سطحوں پر ہونا چاہئے۔ ایک تو مستقل ضرورت کے لئے جامع اور کامل و معیاری نصاب کی تشکیل دوسرے فوری اور ابتدائی قدم کے طور پر وقت کے مروجہ نصاب کو تھوڑی بہت ترمیم و اصلاح کے ذریعہ نسبتاً زیادہ مفید بنا لینے کی تدبیر۔ پہلی سطح کا نصاب تشکیل دینے کے لئے مولانا مودودیؒ کا پیش کیا ہوا نصاب تعلیم کا خاکہ ایک اہم رہنمائی کے لئے موجود ہے۔ دوسری سطح پر ترمیم و اصلاح کا کام فوراً ہونا چاہئے۔ میرے خیال میں سب سے پہلی ضرورت اس بات کی ہے کہ فضیلت کے نصاب کو اس طرح ترتیب دیا جائے کہ ان درجات کے تمام ہی اوقات درس یا ان کا بیشتر حصہ کسی ایک ہی فن کے درس و مطالعہ کے لئے یکسو اور مخصوص رہے تاکہ فارغین کم از کم ایک فن میں قابل اعتماد صلاحیت کے حامل ہوں۔ تفصیل پر گفتگو کی جا سکتی ہے۔" (الفلاح صفحہ ۲)

اے کاش کہ امت کے اہل فکر و فن حضرات اس مسئلہ پر جلد توجہ کرتے اور اس کو حل کرنے کی کوشش کرتے۔ حیات نو کے اس شمارہ میں ہم سابق ناظم جامعہ ڈاکٹر خلیل صاحب علیگ کا ایک مضمون اہل علم و فکر کے غور و فکر کے لئے شائع کر رہے ہیں۔ اور حیات نو کے صفحات ان تمام لوگوں کے استقبال کے لئے تیار ہیں جو اس موضوع پر لکھنا چاہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ صحیح سمت پر ہماری رہنمائی کرے۔

طارق فاروق فلاحی

۱۲/ ۵/ ۱۹۹۷

"ہمارے کام کی ساری اساس خدا پرستی پر ہے"

"تحریک اسلامی پاکستان کے پس منظر میں نعیم صدیقی کی ایک خوبصورت تحریر۔ لیکن یہ تحریک اسلامی ہند کے لئے بھی اتنا ہی مفید ہے جتنا کسی اور تحریک کے لئے"۔ ادارہ

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میرے ضمیر کی گہرائیوں سے ایک دھیمی سی آواز اُٹھتی ہے اور پھر وہ صورِ اسرافیل کی طرح حشر انگیز بن جاتی ہے۔ اس آواز کا مخاطب بالعموم میں خود ہی ہوتا ہوں، مگر بعد میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ تو میری ساری مقصدی برادری کے لئے متاعِ مشترک ہے تو میں اسے سب تک پہنچانے کے لیے لفظوں کا جامہ پہنا دیتا ہوں۔ میری بات اگر غلط ہو تو میں خدا سے بھی معافی مانگتا ہوں، آپ بھی میرے لیے معافی مانگیے، اور درست ہو تو میں بھی اس پر غور کروں، آپ بھی کیجئے، اور ہم سب دُعا کریں کہ خدا اس آوازۂ ضمیر کو باعثِ خیر و برکت بنائے۔

ملک کا سیاسی ماحول سخت تاریک ہے، دینی لحاظ سے دیکھیں تو چاروں طرف سے ضلالت و ردالت کے طوفان اُٹھ رہے ہیں — اور اپنے آپ کو دیکھیں تو جہاں یہ وجہ شکر سامنے آتی ہے کہ ہمارے دلوں میں ایمان کی شمع ہنوز جھلملاتی ہے، وہاں ہم یہ محسوس کرکے اندوہگیں ہو جاتے ہیں کہ ماحول کی تاریکیوں اور ضلالتوں نے ہم پر قابو نہیں پایا مگر اثرات ضرور ڈالے ہیں۔ یہ احساس تقاضا کرتا ہے کہ اپنے ایمان کو زندہ تر اور اپنے شعور کو بیدار تر کیا جائے۔

بڑے کام کرنے والوں کو ہر وقت تجدیدِ ایمان، تجدیدِ نظریہ اور تجدیدِ شعور کرتے رہنا چاہیے۔ اسی کا نام تذکر ہے جو مطلوب دین ہے۔ اپنے اُصول و مقاصد کو بار بار سامنے لانا، اپنی روایات و اقدار کے چراغوں کی لو کم نہ ہونے دینا۔ خصوصاً بڑے اور اصولی کاموں کے لئے یہ ایسی شدید بنیادی ضرورت ہے کہ یہ اگر بالکل ہی ملحوظ نہ ہو تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ اور اگر اس کا احساس اور اس پر عمل ضرورت

سے کم ہو تو چھوٹے چھوٹے انحرافات اور تحریفات خلل پیدا کریں گے اور خود اپنے اندر حالتِ اطمینان باقی نہیں رہے گی۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ بجلی کی رو یا بیٹری کی پاور کو ٹسٹ کرنے کے لئے یا گاڑی کے پہیوں میں بھری جانے والی ہوا کا دباؤ معلوم کرنے کے لیے یا کم سے کم درجہ میں ترازو کے دونوں پلڑوں کو برابر رکھنے کے لئے ایک سوئی دکھاتی ہے کہ صورت درست ہے یا نہیں۔ بعض اوقات کسی سوئی کو آپ تیزی سے ادھر اُدھر ہوتے یا لرزتے دیکھتے ہیں۔ دراصل یہ سوئی اگر اپنے مقررہ نشان توسط پر رک جائے تو ٹھیک ورنہ وہ سراپا اضطراب بن جائے گی۔

ایسی ہی ایک سوئی ہمارے ضمیر کے اندر ایک مخفی ڈائل پر لگی ہوئی ہے۔ جہاں آپ اپنے اُصول و مقاصد اور روایات و اقدار سے ہٹے، یہ سوئی اِدھر اُدھر ہونے لگتی ہے۔ دوسرے معنوں میں آپ حالتِ اطمینان کھو بیٹھتے ہیں۔ آپ کو اپنے اوپر، اپنے جادہ و منزل پر، اپنے زاد راہ پر یہ اطمینان نہیں رہتا کہ یہ سب کچھ ٹھیک ہے۔ اس قسم کی حالتِ بے اطمینانی کا صحیح طریق ہے اگر نہ آدمی خود ازالہ کر سکتا ہو، نہ دوسرے رفیقوں یا اکابر سے مدد لے سکتا ہو یا ایسے احساسِ مضطرب کو کسی عمل کر سکنے والے کے سامنے رکھنے میں جھجک ہوتی ہو، یا وہ بات کسی اہم جگہ کر دے تو آگے سے ڈانٹ پڑ جائے۔ یا ماحول اُس کے ساتھ ہمدردی کرنے پر تیار نہ ہو تو وقت گزرنے کے ساتھ بے اطمینانی کی ظاہری کیفیت تو گزر جائے گی مگر دل میں ایک زخم چھوڑ جائے گی — اس سے قوتِ عمل کم ہو جاتی ہے۔ پھر اگر ایسے ہی زخم اور لگتے رہیں اور چارہ ساز و دمساز کوئی نہ ہو تو دامن ہمہ داغ داغ ہو جاتا ہے اور آدمی کی روش میں اس کے ارادے کے بغیر یاس و جمود کا ایک رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔

ذرا یاد کریں سنہ ١٩٤١ء سے کئی سال بعد تک کا دورِ رفتہ: ہم بڑا سرمایۂ اطمینان لے کر چلے تھے۔ اپنے نظریات، اپنے طریقِ کار، اپنی قیادت، اپنی توقوں، اپنے زورِ استدلال، اپنے دعوتی پھیلاؤ، اپنی پابندیٔ اُصول، اپنے صاف ستھرے کردار اور اپنی مرکزی قیادت کے علاوہ اپنے مقامی امراء اور ناظمین پر کس درجہ اطمینان تھا۔

مولانا مودودیؒ نے دین و سیاست کو ایسا ہم آہنگ رکھا اور ایک ہی سکّے کے دو رُخ ہونے کی حیثیت سے اس شان سے چلایا کہ جب کبھی اسلامی ریاست کے طے شدہ اُصول و منہج اور جائز پسندیدہ اور اخلاقی حدود سے تجاوز یا پسپائی کی کوئی خفیف سی حرکت بھی کہیں واقع ہوئی تو مختلف اطراف سے مولانا کے سامنے شکایات آنے لگتیں۔ مولانا صبر و تحمل سے بروقت کو سنتے بلکہ کرید کرید کر دریافت کرتے۔ مجلس شوریٰ میں رپورٹیں طلب کرتے۔ انہوں نے کبھی کسی غلط حرکت کو زورِ کلام سے ملبوسِ جواز پہنانے کی کوشش نہیں کی بلکہ ساری معلومات جمع ہونے پر جماعت کی پہلے سے قائم شدہ اُصولی پالیسی کے خطوط زیادہ واضح اور نمایاں کر دیئے۔ اور غلط اقدامات کو مسترد کر دیا۔ پالیسی جب اپنی جگہ پر سیٹ ہو گئی۔ یا دوسرے لفظوں میں آپ کے قدم اُصول کی شاہراہ پر واپس آگئے یا روایت کی کوئی ٹوٹی ہوئی کڑی بحال ہو گئی تو احساس کی سوئی پھر اطمینان کے نقطہ اعتدال پر آ رکے گی۔

لیکن اگر معاملہ ایسا ہو کہ چھوٹی چھوٹی بے اطمینانیاں اور بڑی بڑی خلیانیاں وقتاً فوقتاً پیش آتی رہیں اور ان کا تدارک نہ ہو سکے، کوئی ایسا اہتمام نہ ہو جو آپ کے سر اور شانوں پر شفقت کا ہاتھ پھیرتے ہوئے آپ کو صحیح صورت سمجھائے یا آپ کا اُٹھایا ہوا نکتہ صحیح ہونے کی صورت میں شکریہ کے ساتھ اسے قبول کرے تو پھر اندر کے ان چھوٹے چھوٹے زخموں پر کھرنڈ سا جمتا رہتا ہے، مگر یہ دور کرنے کی راہ رہتے ہیں۔ بے اطمینانی کی زد میں آنے والا آدمی بار بار توجیہیں کر کے کسی بات کو، کسی عمل کو، کسی اقدام کو، کسی اتحاد کو، کسی نعرے کو، کسی کارروائی کو، کسی شخصیت کے رُخِ کردار کو آنکھیں بند کر کے بھی صحیح قرار دیتا ہے، توجیہیں بھی پیدا کرتا ہے، لیپا پوتی کے طریقے بھی اختیار کرتا ہے، اپنے آپ کو فریب بھی دیتا ہے ـــ اور بظاہر وہ پیش آمدہ آزمائش سے بچ نکلتا ہے جو ایک بار تو اس کے دل و دماغ کو ہلا ڈالتی ہے۔ لیکن خود فریبی مسائل کا حل نہیں ہے۔

آخر ذرا آپ اپنے اندر کا جائزہ لیجئے۔ عشاء کے سونے سے پہلے جائے نماز پر بیٹھ کر کچھ خدا سے رابطہ کیجئے اور پھر اس سوال پر غور کیجئے کہ آپ کو تحریکی معاملات میں ہر پہلو سے پورا پورا اطمینان ہے؟ اگر نہیں ہے تو کس عقیدے، جذبے یا شعور کی تجدید کی ضرورت ہے؟

بڑے بڑے اجتماعی نصب العین (خصوصاً اسلامی) لے کر چلنے والوں کی زندگیاں اور ان کا پیدا کردہ ذہنی یا سماجی ماحول دوسروں سے زیادہ دلکش ہونے چاہئیں۔ عمومی فضا محبت و ایثار کی ہونی چاہیے۔ ہر کوئی دوسروں کی قدر کرنے والا اور ان کی ہر تکلیف کا محسوس کرنے والا ہو اور وہ اہتمام کرے کہ اگر وہ کوئی خدمت نہ کر سکے گا تو کسی دوسرے کو کسی طرح کی اذیت بھی اپنی جانب سے نہ پہنچنے دے گا۔

پھر برادرانہ جذبے سے دل اتنے کھلے ہونے چاہئیں کہ اگر کسی شخص کے طرزِ عمل پر کوئی دوسرا اعتراض اُٹھائے یا کسی مجلس میں تنقید کرے تو وہ دل میں انتقامی جذبے کی گرہ ڈال کر نہ بیٹھ جائے۔ کہ آئندہ جب کبھی موقع ملے گا، وہ بھی حملے کا جواب حملے سے دے گا۔

اس سے بھی زیادہ ضروری یہ امر ہے کہ ہمارے کارکن جن میں بہت سے اچھی طرح ماہر متکلم نہیں ہوتے اور استدلال سے کام نہیں لے سکتے، ان میں سے کئی دیہاتی ہوتے ہیں جو ضرورت سے کہیں زیادہ اپنے سے بڑوں کا احترام کرتے ہوئے، اُن کے سامنے کسی اختلافی نکتے پر زبان کھولنے کی جرأت نہیں کرتے۔ ہمارا فرض ہے کہ ان سب کو گلے لگائیں اور ان کے غیر ادبی اور سادہ اور کھردرے اندازِ بیان پر انہیں ڈانٹنے کے بجائے اُن کے نفسِ مدعا کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان سے خود سوال کر کر کے پوری بات معلوم کریں۔ وہ بیچارے تو اپنے اُس درد کو بیان کرنے کے لیے الفاظ اور انداز نہیں پاتے جو اس کانٹے کی وجہ سے ہے جو اُن کے ضمیر میں خلش کر رہا ہے۔ آپ پہلے انہیں دردمند اور دُکھی تو سمجھیئے۔ پھر اُن کی بات سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ سوالات، اعتراضات اور تنقید چونکہ اسلامی نظامِ جماعت کی صحت مندی کا لازمہ ہیں، اس لیے ان کے رستے کھلے رہنے چاہئیں۔ جب کبھی ان راستوں کو بند کیا جائے گا یا ان کے دروازوں میں بھاری کواڑ لگا کر ان کو مقفل کر دیا جائے گا تو نظم کی صحت برقرار نہ رہ سکے گی۔ سوالوں اور اعتراضات کا آرام سے جواب دیجئے۔ اچھے دلائل سے جواب دیجئے۔ مخاطب کا محض منہ بند کرنے والا جواب نہ دیجئے۔ جواب اطمینان دلانے والا ہو۔ اس کے اطمینان میں جو خلل آیا ہے اُسے دُور کیجیے۔

تحریکی شعور کی اس لحاظ سے بھی بار بار تجدید کرنی چاہیے کہ اسلامی تحریک کے اُصولوں کا اطلاق بڑوں اور چھوٹوں پر یکساں ہونا چاہیے۔ اگر کوئی عام کارکن غلطی کرے یا لغزش کھائے تو جس درجہ کی گرفت اس کیلئے ہے، اسی درجے کی گرفت ویسی غلطی پر عہدہ داروں اور قائدین کی بھی ہونی چاہیے۔ چھوٹوں پر گرفت کرنا اور بڑوں سے چشم پوشی کرنا ایسا خطرناک طریقہ ہے جس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے سخت وعید سنائی ہے۔

مثلاً جماعت کی کسی معاملے میں مقررہ پالیسی کے ہوتے ہوئے اگر ایک عمومی رکن کو حق نہیں کہ اس سے انحراف کرے یا مقررہ پالیسی میں سے ایک اور شاخ نکال لے تو اس کے کسی عہدہ دار اور لیڈر کو بھی اس کا حق نہیں۔ جماعت کے کارفرما اداروں اور اشخاص نے کسی شخص یا گروہ کو اسلام، جمہوریت اور امن کا دشمن قرار دیا ہو تو کسی چھوٹے یا بڑے کو یہ جرأت نہیں کرنی چاہیے کہ وہ اپنے گروہ کو اسلام، جمہوریت اور اس کا خادم قرار دے۔ یہ ڈھیل اگر جماعت کے تمام افراد کو دے دی جائے کہ وہ جو اختلافی راہیں چاہیں اختیار کریں۔ اور انہیں جس دائرے میں چاہیں بین کریں تو ہماری پالیسی مینار بابل کا تماشا پیش کرے گی۔ ایسی گنجائش رکھنے سے ایک اُصولی و مسلکی جماعت کا تو پورا ڈھانچہ ٹوٹ جائے گا۔

اسی طرح ہماری محکم روایات کا معاملہ ہے، جو شروع سے قائم ہیں۔ اور جن کے بارے میں قرار دادیں اور فیصلے اور بیانات موجود ہیں۔ کن طریقوں کو اختیار کرنا ہے، کن کو نہیں، کن عناصر سے اتحاد ہو سکتا ہے، کن سے نہیں۔ کیا نعرے لگائے جا سکتے ہیں کیا نہیں، مظاہروں میں کیا حرکتیں کی جا سکتی ہیں اور کیا نہیں۔ روایات کا ایک معلوم و معروف خاکہ موجود ہے جسے ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں۔ اسے توڑیں تو ہمارے اصول ٹوٹ جاتے ہیں۔ یعنی یہ خاکہ اُصولوں ہی کے عملی انطباق سے نمودار ہوا ہے اور اسے بار بار توڑنا اور بدلنا ہمارے جماعتی و تحریکی تشخص کے لئے ضرر رساں ہے۔

دُنیا کی سب سے بڑی بلا تضاد ہے۔ یہ فرد کے خیالات اور طرزِ عمل میں ہو، حکومت میں ہو، تعلیم میں ہو، نظامِ جسمانی میں ہو، ہر جگہ وہ باعثِ فساد ہے۔ خصوصاً تنظیمی ہیئتوں کے لیے تو وہ مہلک ہے۔ ہلکے ہلکے اور دھیمے دھیمے تضاد اس طرح عمل کرتے ہیں جیسے سلو پوائزن، اور آخر یہ

آہستہ آہستہ سطح سے نیچے نیچے پھیلتی جاتی ہیں۔ پھر جب اپنے نتائج کے ساتھ رونما ہوتی ہیں تو ان پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔ عقیدہ اور عمل میں، دعوت اور کردار میں، ذکر و عبادت اور سیاست و معیشت میں، جہاں بھی کہیں تضاد کا روگ ہو گا وہ اپنے کرشمے دکھائے گا۔ اور درحقیقت یہ تضادات ہی ہوتے ہیں کہ ماضی اور حال میں، اعلانات اور کارروائیوں میں، بڑوں اور چھوٹوں کے رویوں میں، ظاہر اور باطن میں، جماعتی پالیسیوں کی تعبیرات میں پہلے دھیمے دھیمے طریق سے کام کرتے ہیں، اور پھر زور شور سے۔ اگر پہلے مرحلے میں ان کی روک تھام نہ ہو سکے تو پھر اس تباہ کن طوفان کو کنارے پر کھڑے ہو کر دیکھنے والے رنج و غم سے دیکھتے رہیں۔ مگر خون کے آنسوؤں سے بھی اس کو روک نہیں سکتے۔

میرے پیارے ساتھیو، عزیز بھائیو! محترم بزرگو! خدا کے لیے نگاہ رکھو کہ کسی پہلو سے تضادات نہ اُبھرنے پائیں۔ تضادات کا شجرۂ زقوم ایک دفعہ جڑ پکڑ گیا تو آپ کوئی کام نہ کر سکیں گے۔

اُوپر جن باتوں کا ذکر ہوا ہے ان کے بارے میں یہ بھی جان لیجیے کہ خرابیوں کا حل حقیقی اور مؤثر لیپا پوتیوں سے نہیں ہوا کرتا۔ زخم کا یہ کوئی علاج نہیں ہے کہ آپ نے اُس پر نہایت رنگین ریشمی پٹیاں لپیٹ دیں اور بیان دے دیا کہ یہاں کوئی زخم نہیں ہے۔ گندگی کا ازالہ یوں نہیں ہو سکتا کہ جہاں جہاں وہ سامنے آئے یا کوئی دوسرا آدمی متوجہ کرے۔ آپ وہاں وہاں اخبار کا کاغذ اس پر پھیلا کر کونوں پر پتھر رکھ دیں۔ معاملات کو ہمیشہ صاف طور سے لینا چاہیے۔ آپ کے اسلامی طریقے سے جب کوئی انحراف ہو تو صاف صاف کہیے کہ یہ انحراف ہوا ہے اور کوئی دوسرا توجہ دلائے تو اس کی بات کو مانیے کہ تم نے ٹھیک توجہ دلائی۔ جس کسی نے قدم انحراف اٹھایا ہو اُسے بالمشافہ کہیے کہ صاحب! آپ نے یہ غلطی کی ہے اور ایسی غلطی کی گنجائش ہمارے اصولوں اور روایات میں نہیں ہے۔ پھر ان صاحب کے تعاون سے کسی قطعی اور حتمی فیصلہ تک پہنچیے اور اُس کو ڈیکلیئر کیجیے۔ بے شمار ایسے اختلافی یا نزاعی معاملات پیدا ہو کر پھیلتے رہیں گے، اگر ہم نے ایمانی و اخلاقی جرأت کے ساتھ روک تھام نہ کی۔

ہم دینِ حق کے علمبردار اور شہادتِ حق کے ذمہ دار ہیں۔ ہمیں حق کہنا چاہیے دوسروں کے متعلق بھی اپنے متعلق بھی۔ کبھی آدھا حق کہہ کر دوسرا آدھا حق چھپا نہ دینا چاہیے۔ اور دانستہ کسی حصے کو پی نہیں جانا چاہیے۔ بلکہ جرأت سے پورا حق کہنا چاہیے، خواہ اس کی زد ہم پر ہی پڑتی ہو۔

تاریخ میں ایک بڑا تضاد دین و سیاست کا لوگوں نے پیدا کر دیا تھا اور صدیوں کے عمل سے ذہن اس کے اتنے عادی ہو گئے کہ اب اسلامی سیاست کی راہ پر راست روی خود ہمارے لیے سخت مشکل مسئلہ بن رہی ہے۔ تجربات بڑے تلخ ہیں۔ کبھی دینداری اور اخلاق کی طرف جھکاؤ ہوتا ہے تو سیاست کی راہیں اتنی تنگ کر دی جاتی ہیں کہ آدمی کے داخلے اور پیش قدمی کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ پھر جب ردِ عمل سیاسی ذمہ داری کی طرف مائل کرتا ہے تو دینی و اخلاقی رنگ اس طرح اُڑ جاتا ہے کہ ہماری سیاست گری میں لادینیت پسند جماعتوں کی سیاست بازی کے بالمقابل کوئی امتیازی پہلو باقی نہیں رہتا۔

میرا خیال یہ ہے کہ اسلامی سیاست کا کامیاب ترین دور وہی تھا جس کی زمام مولانا مودودیؒ کے ہاتھ میں تھی۔ پھر مارشل لا کے آنے سے سب کچھ تلپٹ ہوا۔ اور نظم کے علاوہ ذہنی وحدت اور اطمینان کی چولیں ایسی ڈھیلی ہوئیں تو کسی طرح چول سے چول مل ہی نہیں پا رہی ہے۔

کسی تفصیل میں جائے بغیر تمام زعمائے تحریک سے عرض ہے کہ سیاست کو دینی سیاست کی صورت دیجیے، اس میں دین اُبھرا ہوا معلوم ہو، آپ دینی مقصد کی طرف بڑھیں۔ اور کسی دینی نکتے ہی پر اتحاد کریں اور اتحاد ان سے ہی کریں جن سے متعلق جماعت عام طور پر جانتی ہو کہ وہ مخالفِ دین یا مسلماتِ اہلِ سنت یا فاسد نظریات و کردار رکھنے والے لوگ نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم جائے نماز سے لے کر اسمبلی تک تمام معاملات اُصولِ دین اور اخلاقی قدروں اور جماعتی روایات کی پابندی کریں۔ اور اپنے آپ کو دنیا یا بے دین عناصر سے ممتاز رکھنے کا اہتمام کریں۔

ہر قسم کے سیاسی جوڑ توڑ اور مہرہ بازیوں کا نام اسلامی سیاست نہیں ہے۔

ہمارے کام کی ساری اساس خدا پرستی پر ہے۔ کوئی بھی دائرہ، کوئی بھی سرگرمی اور کوئی بھی مرحلہ ہو، اگر خدا سے محبت اور خدا کا خوف کارفرما نہ ہو تو پھر کام نمائشی اور ریائی ہو جاتے ہیں اور نشۂ خود پسندی طاری ہو جاتا ہے۔

کسی معاملے پر غور کرتے ہوئے، مشورہ و بحث کرتے ہوئے، اعتراضات سُنتے اور ان کے جواب دیتے ہوئے، پھر کسی فیصل شدہ صورت پر عمل کرتے ہوئے قدم بہ قدم اور نفس بہ نفس خدا کی محبت کی مشعل بلند رکھنی چاہیے، خدا کے خوف سے لرزنا چاہیے۔ اور خدا کے ذکر سے قوت حاصل کرنی چاہیے۔

ہم لوگ اگر مسجد کی عبادات کے دائرے سے، ہر سیاست کے دائرے میں زبان سے دعوے کرتے ہوئے، جوشِ تقریر دکھاتے ہوئے، نعرے بلند کرتے ہوئے، مظاہرے کرتے ہوئے کسی کی حمایت اور کسی کی مخالفت کرتے ہوئے کسی سے قرب بڑھاتے اور کسی سے دوری پیدا کرتے ہوئے قرآن و حدیث کے تحت جماعت کی رہنمائی کے مقررہ خطوط سے انحراف کر کے لغزش کھاتے ہیں اور اس لغزش کی وجہ سے عوام میں شکایات و اعتراضات یا دبے دبے اضطرابات پیدا کر دیتے ہیں تو یہ محض سیاسی غلطیاں ہی نہ ہوں گی، ایک خدا پرست گروہ کے معیارات کے لحاظ سے گناہ کی تعریف میں بھی داخل ہوں گی۔ امیرِ جماعت، نظمِ جماعت یا جماعت کی پالیسیوں سے انحراف یا بے جا قسم کا اختلاف، یا غلط مقام پر اظہارِ اختلاف اور غلط ڈھنگ میں اظہارِ اختلاف، اور پھر بر زبانِ عام اعلانِ اختلاف اپنوں کے علاوہ مخالفین پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ اور ان عوام کے ذہنوں میں بھی غبار بھر دیتا ہے جو ہماری دعوت کے مخاطب ہیں۔ بنا بریں ایسی چیزیں خدا کی محبت اور خدا کے خوف کے حلقوں سے سر باہر نکالے بغیر عمل میں آ نہیں سکتیں۔ اور کسی دینی جماعت کے لیے یہ بڑا حادثہ ہے کہ خدا کی محبت اور خدا کے خوف سے آزاد ہو کر بھی کام کیے جانے لگیں۔

ان سطور کا تعلق کسی خاص فرد یا گروہ سے نہیں، بالکل بحقِ اصول اور عمومی امکانات کو سامنے

رکھ کر واضح کیا گیا کہ ہمارے راستے میں کہاں کہاں گڑھے آتے ہیں۔ اور کہاں کہاں کانٹے ہیں، جن سے بچ کے نکلنا چاہیے۔

ساتھیو! براہ کرم تنہائی میں خدا سے ملاقات کرو، اور جو غلطیاں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی عمل میں آتی ہوں، اُن کا اعتراف خدا کے سامنے کرو اور اُن کی معافی اور ان سے نجات پانے کیلئے دردمندی سے دعائیں کرو۔ اللہ تعالیٰ یقیناً سنے گا اور آپ کو بھی اور آپ کے ساتھیوں اور اکابر کو بھی اور آپ کی جماعت و تحریک کو بھی حفظ و امان میں رکھے گا۔

یہ بھی اچھی طرح جان لیجیے کہ سچی اور کھری دعوتِ دین کے پھیلاؤ اور اس کی کامیابی کا دار و مدار بھی جس چیز پر ہے وہ دعوت دینے والوں کا انفرادی اور اجتماعی طرز عمل ہے اور اس طرز عمل کا خدا کی رضا کے مطابق ہونا ہے۔

اور آخری بات یہ ذہن میں رکھیے کہ خدا خوفی کا بھاری تقاضا یہ ہے کہ گراں بہا افراد کی کوششوں اور قربانیوں کے ماحصل کے طور پر جو تحریک ہمیں امانت کے طور پر ملی ہے اُسے بعد والوں تک صحیح سلامت پہنچانا ضروری ہے۔ اگر اس کا چہرہ مسخ ہو جائے، اس میں انحرافات پیدا ہو جائیں، اس میں رخنے پڑ جائیں اور اس کے اصولوں، ضابطوں، روایتوں اور اخلاقیات کا ڈھانچہ ہمارے ہاتھوں ٹوٹ پھوٹ جائے تو ایسی عظیم امانت کو ناقص حالت میں بعد والوں تک پہنچانا بھاری جرم ہے۔

اللہ ہم سب کو اپنی نازک ذمہ داریوں کا گہرا احساس دے اور ان کو پورا کرنے کے لیے عزم اور قوتِ عمل عطا کرے اور ہر قسم کی مداہنت سے بچائے۔

قبل اس کے کہ خدا کے سامنے پہنچ کر ہمارا کھاتہ ہمارے سامنے رکھا ہو اور ہم ایک ایک لفظ اور نعرے اور ایک ایک قدم اور ایک ایک ملاقات اور پالیسی کے ایک ایک موڑ کا حساب دے رہے ہوں، آج ہی نہایت احتیاط کا رویہ اختیار کرنا چاہیے اور خود احتسابی کے ساتھ اجتماعی دائرے میں افہام و تفہیم اور تنقید و بحث کی راہیں کھولنی چاہئیں۔

محمد رضی الاسلام ندوی
ریسرچ اسکالر، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

مناسکِ حج کی تاریخ

اسلام کی بنیاد جن پانچ ارکان پر ہے ان میں چوتھا اہم رکن "حج" ہے۔ ہر صاحب استطاعت پر زندگی میں کم از کم ایک بار حج کرنا فرض ہے اور استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنا کفر کے مترادف ہے۔ حج کی تاریخ کیا ہے؟ اس کے بارے میں روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مل کر خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی اور پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں میں حج کی منادی کی اور انھیں حج کے مناسک بتلائے۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کو مناسک حج کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا تھا:

قفوا علی مشاعرکم فانکم علی ارث من ارث ابراھیم	مناسک حج سیکھو اس لئے کہ یہ تمہارے باپ (ابراہیمؑ) کی میراث ہیں

اس سلسلہ میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حج کے تمام مناسک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بتلائے ہوئے ہیں؟ یا بعض مناسک کا بعد کے اہم واقعات کی یادگار کے طور پر اضافہ کیا گیا اور اسلام نے انھیں باقی رکھا؟ اور اگر وہ حضرت ابراہیمؑ کی زندگی سے متعلق ہیں تو آخر وہ کون سے واقعات ہیں جنھیں رہتی دنیا تک قائم و دائم رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ان کی یادگار کے طور پر ان مناسک کا حکم دیا؟

اس سلسلہ میں ماضی قریب میں علامہ حمید الدین فراہیؒ کے نئے خیالات سامنے آئے ہیں اور غالباً انھیں سے متاثر ہو کر ان کے بعض رفقاء اور شاگردوں نے بھی انھیں اپنی تصنیفات میں بیان کیا ہے۔ پیش نظر مقالہ میں انھیں کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے گا۔ اس ضمن میں تین باتیں زیر بحث آئیں گی۔

۱۔ سعی بین الصفا والمروہ حضرت ہاجرہ کی بے تابانہ دوڑ کی یادگار ہے؟ یا حضرت اسماعیل کو قربا

کرنے کیلئے حضرت ابراہیم کی سعی کا؟

۲۔ "حضرت اسماعیل کی قربانی سے متعلق حضرت ابراہیم کے خواب کی حقیقت کیلئے ۲۶ دوں میں بتایا تھی کی اور اس سے مراد خدا کے گھر کی خدمت کیلئے وقف کرنا تھا۔

۳۔ رمی جمار کس واقعہ کی یادگار ہے؟ شیطان کے بہکانے پر حضرت ابراہیم کے اسے کنکریاں مارنے کی؟ یا ابرہہ کی فوج ملکہ کے کنکریاں مارنے کی؟

السعی بین الصفا والمروہ

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے بارے میں مشہور قول یہ ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں بھی مروی ہے کہ یہ حضرت ہاجرہ کے اس واقعہ کی یادگار ہے جب وہ پیاس کی شدت سے بے قرار ہو کر پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کے درمیان دوڑی تھیں۔ علامہ فراہی نے اس کا دوسرا پس منظر بیان کیا ہے لکھتے ہیں

"سعی کا رسم بھی اسی واقعہ قربانی ہی کے ایک حاضری کی یادگار ہے۔ حضرت ابراہیم صفا کی طرف سے آئے اور پورے جوش اطاعت و بندگی میں پوری مستعدی اور سرگرمی سے مروہ کی طرف بڑھے سعی اس عمل کی یادگار کی حیثیت سے ذریت اسماعیل میں محفوظ رہ گئی کیونکہ سعی عربی میں اس سرگرمی اور مستعدی کو کہتے ہیں جو بندہ اپنے آقا کی فرمانبرداری اور اطاعت اور اس کے حکموں کی تعمیل میں ظاہر کرتا ہے"

حضرت ہاجرہ سے متعلق جو قصہ مشہور ہے اسکی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"تیسرا عظیم الشان فتنہ وہ قصہ ہے جو انھوں نے حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ کے اخراج سے متعلق گھڑا ہے کہ چونکہ حضرت سارہ حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ سے نفرت کرتی تھیں۔ ان کی خواہش تھی کہ حضرت اسماعیل حضرت اسحاق کے ساتھ حضرت ابراہیم کی وراثت میں شریک نہ ہوں اس لئے حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ کو فاران کے بیابان کی طرف نکال دیا۔ حالانکہ یہ واقعہ جس صورت میں ان کے صحیفوں میں بیان ہوا ہے اس میں اس قدر کھلا ہوا تضاد موجود ہے کہ ہر صاحب نظر اسکو بالکل لغو قصہ خیال کرنے پر مجبور ہے۔"

"اس سلسلہ میں سب سے زیادہ تعجب ان لوگوں کے حال پر ہے جنھوں نے یہ بیہودہ افسانہ یہود کی زبانی سنکر اسکو سچ باور کر لیا اور پھر اسکو سعی صفا و مروہ کے اسباب کے سلسلہ میں ایک مصدق و مسلم روایت کی حیثیت سے بیان کر دیا۔"

علامہ شبلی نے اس کا ایک تیسرا پس منظر بتلایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"شریعت ابراہیمی میں دستور تھا کہ جسکو قربان گاہ پر چڑھاتے تھے یا خدا کیلئے نذر کرتے تھے وہ بار بار معبد یا قربان گاہ کے پھیرے کرتا تھا حج میں صفا و مروہ کے درمیان جو سات بار سعی کرتے ہیں یہ اسی کی یادگار ہے"

علامہ شبلی نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کا جو پس منظر بیان کیا ہے اس کا غلط ہونا واضح ہے اس لئے کہ شریعت ابراہیمی کے اس مذکورہ دستور کی یادگار سعی بین الصفا والمروہ نہیں بلکہ طواف ہے۔

علامہ فراہی نے اپنے نظریہ کے جو دلائل دیئے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ "سعی عربی میں اس سرگرمی اور مستعدی کو کہتے ہیں جو بندہ اپنے آقا کی فرمانبرداری اور اطاعت اور اس کے حکموں کی تعمیل میں ظاہر کرتا ہے"۔

لیکن عربی میں سعی کے لفظی معنی دوڑنا یا تیز رفتاری سے چلنا ہیں۔ اور اس کا اطلاق ہر قسم کی سرگرمی و مستعدی پر ہو سکتا ہے۔ اس لئے اسے ایک مخصوص اور محدود معنی میں لینا صحیح نہیں۔

۲۔ "یہ واقعہ جس صورت میں یہودی صحیفوں میں بیان ہوا ہے اس میں اس قدر کھلا ہوا تضاد موجود ہے کہ ہر صاحب نظر اسکو بالکل لغو قصہ خیال کرنے پر مجبور ہے"

لیکن اسرائیلی صحیفوں میں کسی واقعہ کے بارے میں تضاد کا ہونا اس کے لغو ہونے پر دلیل نہیں ہے۔ خود علامہ فراہی نے اپنی کتاب "ذبیح کون" میں ثابت کیا ہے کہ ذبیح کے بارے میں تورات میں زبردست تضاد ہے لیکن وہاں انھوں نے اسے لغو قرار دینے کے بجائے ان کی تنقیح کر کے صحیح بات پیش کی۔ یہاں بھی ضرورت تھی کہ ان متضاد روایات میں تنقیح کر کے صحیح بات پیش کی جاتی۔

علامہ فراہی نے جس روایت کو "بیہودہ افسانہ" قرار دیا ہے وہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اور خاص طور پر حدیث کا یہ حصہ صراحت کیساتھ مرفوعاً ثابت ہے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی وجہ سے لوگ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔

ذیل میں انھیں متضاد روایات کی تنقیح کرتے ہوئے صحیح بات تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔

تورات میں یہ واقعہ اختصار کے ساتھ ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

"اور وہ لڑکا [یعنی اسحاق] بڑھا اور اس کا دودھ چھڑایا گیا اور اضحاق کے دودھ چھڑانے کے دن ابرہام نے بڑی ضیافت کی اور سارہ نے دیکھا کہ ہاجرہ مصری کا بیٹا جو اس کے ابرہام سے پیدا ہوا تھا ٹھٹھے مارتا ہے۔ تب اس نے ابرہام سے کہا کہ اس لونڈی کو اور اس کے بیٹے کو نکال دے کیونکہ اس لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے اضحاق کے ساتھ وارث نہ ہوگا۔ ابرہام کو اس کے بیٹے کے باعث یہ بات بری معلوم ہوئی اور خدا نے ابرہام سے کہا کہ تجھے اس لڑکے اور اپنی لونڈی کے باعث برا نہ لگے جو کچھ سارہ تجھ سے کہتی ہے تو اس کی بات مان۔۔۔

تب ابرہام نے صبح اٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی اور اسے ہاجرہ کو دیا بلکہ اس کے کندھے پر دھر دیا اور لڑکے کو بھی اس کے ساتھ رخصت کر دیا۔ وہ روانہ ہوئی اور بیرسبع کے بیابان میں بھٹکتی رہی۔ مشکیزہ کا پانی چک گیا۔ بچہ کو ایک جھاڑی میں ڈال دیا اور بچے سے تھوڑی دور ایک تیر کے برابر ہٹ کر وہ بیٹھ گئی اور اس نے کہا کہ بچہ کو اپنی آنکھ سے مرتے نہیں دیکھوں گی اور الگ ہٹ کر گریہ وزاری کرنے لگی۔ خدا نے بچہ کی آواز سنی اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکار کر کہا" ہاجرہ ڈر نہیں، خدا نے بچے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے سن لی، اٹھ اور بچے کو اٹھا اور اپنے ہاتھ سے اسکو سنبھال کہ میں اسکو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ خدا نے ہاجرہ کی آنکھ کھول دی اسکو پانی کا ایک کنواں نظر آیا اور مشکیزہ کو پانی سے بھر لیا اور بچہ کو پانی پلایا" ؎

صحیح بخاری میں یہ واقعہ کسی قدر تفصیل سے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

"حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے اسماعیل کو جبکہ وہ ابھی دودھ پی رہے تھے لیکر آئے اور انکو ایک درخت کے نیچے اس جگہ چھوڑ دیا جہاں بعد میں زمزم نکلا۔ مکہ کی سنسان وادی میں اس وقت کوئی ایک انسان بھی موجود نہ تھا اور نہ کہیں پانی پایا جاتا تھا۔ حضرت ابراہیم نے چمڑے کا ایک تھیلا جس میں کھجوریں تھیں اور پانی کا مشکیزہ ہاجرہ کو دیا اور واپس روانہ ہوئے۔ وہ ان کے پیچھے چلیں اور کہنے لگیں۔ اے ابراہیم کہاں جاتے ہو؟ اور ہمیں اس سنسان و بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑے جاتے ہو؟ یہ بات حضرت ہاجرہ نے کئی مرتبہ کہی مگر

حضرت ابراہیم نے پلٹ کر نہ دیکھا۔ آخر حضرت ہاجرہ نے کہا کیا اللہ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ جواب میں انھوں نے بس اتنا ہی فرمایا کہ ہاں۔ اس پر وہ بولیں اگر یہ بات ہے تو اللہ ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا۔ اور پلٹ کر بیٹے کے پاس آبیٹھیں۔ حضرت ابراہیم جب پہاڑی اوٹ میں پہنچے جہاں سے یہ ماں بیٹے نظر نہ آتے تھے تو بیت اللہ کی طرف (یعنی اس جگہ کی طرف جہاں آخر کار انھیں بیت اللہ تعمیر کرنا تھا) رُخ کیا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: "ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون" (پروردگار میں نے ایک بے آب وگیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے، پروردگار یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ یہ لوگ نماز قائم کریں۔ لہذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انھیں کھانے کو پھل دے۔ شاید کہ یہ شکرگزار بنیں (ابراہیم: ۳۷) ادھر اسماعیل کی والدہ ان کو دودھ پلاتی رہیں اور مشکیزہ کا پانی پیتی رہیں۔ جب پانی ختم ہو گیا تو انھیں اور بچے کو پیاس لگنی شروع ہوئی۔ وہ بچے کو تڑپتا ہوا دیکھتی رہیں آخر بچے کی حالت ان سے دیکھی نہ گئی اور وادی کی طرف یہ دیکھنے کیلئے چل پڑیں کہ کوئی آدمی نظر آئے مگر کوئی نظر نہ آیا پھر صفا کی پہاڑی سے اتر کر وادی کے بیچ میں آئیں اور اپنا بازو اٹھا کر اس طرح دوڑیں جیسے کوئی مصیبت زدہ انسان دوڑتا ہے۔ پھر مروہ کی پہاڑی پر چڑھ کر دیکھنے لگیں کہ کوئی آدمی نظر آتا ہے یا نہیں۔ مگر کوئی نظر نہ آیا۔ یہ فعل انھوں نے سات مرتبہ (صفا اور مروہ کے درمیان) کیا۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی وجہ سے لوگ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ آخری مرتبہ جب وہ مروہ کی پہاڑی پر چڑھیں تو انھوں نے ایک آواز سنی۔ اپنے آپ سے کہنے لگیں چپ رہ (یعنی شور مچانا بند کر) اور غور سے سننے لگیں۔ آواز پھر آئی

انھوں نے کہا اے شخص تو نے اپنی آواز مجھے سنا دی۔ کیا تیرے پاس میری فریاد رسی کیلئے کچھ ہے؟ یکایک انھوں نے زمزم کے مقام پر ایک فرشتہ دیکھا (ابراہیم بن نافع اور ابن جریج کی روایت میں ہے کہ جبرئیل کو دیکھا) کہ وہ ایڑی یا بازو سے زمین کھود رہے ہیں، یہاں تک کہ پانی نکل آیا۔ حضرت ہاجرہ لپ بھر بھر کر وہ پانی مشکیزہ میں بھرنے لگیں اور جیسے جیسے وہ پانی بھرتی تھیں پانی ابل ابل کر اوپر آتا رہا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اسماعیل کی ماں پر رحمت فرمائے۔ اگر وہ زمزم کو اسی حالت میں چھوڑ دیتیں (یعنی چاروں طرف مٹی ڈال کر اسے گھیر نہ دیتیں) تو زمزم بہتا ہوا چشمہ ہوتا[10]۔ اسی طرح حضرت ہاجرہ پانی پینے لگیں اور اپنے بچے کو دودھ پلانے لگیں۔ فرشتے نے ان سے کہا: ضائع ہونے کا اندیشہ نہ کرو یہاں اللہ کا گھر ہے جسے یہ بچہ اور اس کا باپ دونوں تعمیر کریں گے اور اللہ اس گھر کے لوگوں کو ضائع نہیں کرے گا۔۔۔۔"

تورات کی مذکورہ روایت تضاد کا شکار ہے۔ اس کے مذکورہ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت اسماعیل شیر خوار بچہ تھے لیکن اسی میں دوسری جگہوں پر مذکور ہے کہ جب اسماعیل پیدا ہوئے تو ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی سال کی تھی[11] اور اسماعیل کے ختنہ کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر ننانوے سال تھی[12] گویا حضرت اسماعیل کی عمر اس وقت تیرہ سال تھی۔ اور جس وقت حضرت اسحاق کی پیدائش ہوئی اس وقت حضرت ابراہیم سو برس کے تھے[13] جب اسماعیل اور اسحاق بڑے ہوئے تو حضرت سارہ نے یہ دیکھ کر کہ اسماعیل اسحاق کے ساتھ گستاخی کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم سے کہا کہ ہاجرہ اور اس کے بیٹے کو گھر سے نکال دو[14]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت اسماعیل کی عمر پندرہ سال سے زائد ہو گئی تھی۔

اس تضاد کو اس طرح حل کیا گیا کہ سرے سے اس واقعہ ہی کا انکار کر دیا گیا۔ علامہ فراہی کی عبارت اوپر گزری۔ علامہ شبلی نے لکھا ہے:

"یہ ظاہر ہے کہ حضرت اسماعیل کے گھر سے نکالے جانے کا واقعہ ختنے کے بعد کا ہوگا۔ اس لئے اس وقت قطعاً ان کی عمر تیرہ برس سے زیادہ تھی۔ اور اس

سن کا لڑکا اتنا چھوٹا نہیں ہوتا کہ ماں اسے کندھے پر اٹھائے پھرے۔ اس تمام قصے سے غرض یہ ہے کہ حضرت اسماعیل کی عمر اس وقت اتنی ہو چکی تھی کہ حضرت ابراہیم ان کو اور ان کی والدہ کو اصلی مقام سے کسی دور مقام پر لا کر آباد کر سکتے تھے[15]۔

مولانا سید سلیمان ندوی نے مذکورہ تضاد کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اس سیاق عبارت سے ظاہر ہوگا کہ اسماعیل کی اس وقت عمر ۱۵۔۱۶ برس سے کم نہ ہوگی لیکن مسلمانوں میں عام طور سے مشہور ہے اور بخاری میں ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ اس وقت شیر خوار بچہ تھے۔ اصل یہ ہے کہ تورات میں اس موقع پر جو فقرہ ہے وہ نہایت مشتبہ ہے۔ اصل فقرہ یہ ہے: ابراہیم صبح کو اٹھا اور روٹی اور پانی کا مشکیزہ اور ہاجرہ کو دیا اس کے کندھے پر رکھ کر اور اسماعیل کو۔ (تکوین ۲۱: ۱۴) کندھے پر رکھ دینے کا لفظ مشکیزہ اور اسماعیل دونوں سے متعلق ہو سکتا ہے۔ مترجمین مختلف معنی سمجھے ہیں۔ اگر اسماعیل سے متعلق سمجھا جائے تو ان کا شیر خوار ہونا لازم آئے گا۔ لیکن تورات کے نص اور تمام گزشتہ سیاق کے خلاف ہوگا۔ قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیحدگی سے پہلے سن تمیز کو پہنچ چکے تھے۔ حضرت ابراہیم نے دعا کی: رب هب لي من الصالحين. فبشرناه بغلام حليم. فلما بلغ معه السعي.... وبشرناه بإسحاق نبيا من الصالحين (الصافات)

ان آیات میں حضرت ابراہیم کو دو بیٹوں کی بشارت دی گئی ہے۔ پہلے بیٹے کا نام مذکور نہیں۔ دوسرے کا نام مذکور ہے اس لئے پہلی بشارت میں لامحالہ اسماعیل مراد ہوں گے۔ اسی بنا پر نص آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسماعیل باپ ہی کے زیر سایہ اسحاق سے بہت پہلے سن رشد کو پہنچ چکے تھے۔ دوسری جگہ قرآن میں (سورۂ ابراہیم میں) جہاں وہ دعا مذکور ہے جو اسماعیل کو آباد کرتے ہوئے انھوں نے کی تھی: ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع... اس کے آخر میں ہے: الحمد للہ الذی وھب

"لی علی الکبر اسماعیل و اسحاق"۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسماعیل کے بعد
اس وقت اسحاق پیدا ہو چکے تھے۔ تورات سے ثابت ہے کہ اسماعیل اسحاق
سے تیرہ چودہ برس بڑے تھے۔ بخاری کی کتاب الحدیث اور کتاب الانبیاء میں حضرت ابن
عباس سے جو حدیث اسماعیل کی شیر خوارگی سے متعلق ہے وہ مرفوع نہیں ہے یعنی
اس کا سلسلہ آنحضرت تک نہیں پہنچتا بجز چند خاص ضمنی فقروں کے، اس لئے وہ حضرت
ابن عباس کے اسرائیلیات میں سے ہے اور اس کا ثبوت آج بھی موجود ہے۔ بخاری
میں اس کے متعلق جو طویل حدیث ہے وہ حرم اور مکہ کے ذکر کے سوا تورات میں
بعینہٖ حرف بحرف موجود ہے۔" ؎

سید صاحبؒ نے یہ نہیں بتلایا کہ جو "چند خاص ضمنی فقرے" مرفوع ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں؟ اگر صحیح ہیں تو کیا اس سے واقعہ کے دوسرے اجزا کا بھی اثبات نہیں ہوتا؟ انھیں چند خاص ضمنی فقروں کے بارے میں مولانا ابو الاعلیٰ مودودیؒ رقمطراز ہیں۔

"بخاری میں اس واقعہ کو حضرت ابن عباس کے حوالہ سے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس روایت میں جس طرح ابن عباس نے جگہ جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نقل کئے ہیں اس سے معلوم ہوتا کہ جو کچھ وہ بیان کر رہے ہیں وہ حضورؐ سے سن کر بیان کر رہے ہیں۔" ؎

میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ تورات کی دو متضاد روایتوں میں سے اسی روایت کو ان بزرگ مصنفین نے کیوں صحیح اور معتبر قرار دیا جس سے حدیث کی تردید بھی لازم آتی ہے اور دوسری روایت کو جو صحیح بخاری میں موجود ہے اور جس کے بعض حصے مرفوع بھی ہیں کیوں بے بنیاد اور اسرائیلیات سے ماخوذ قرار دیا۔ شاید اس وجہ سے کہ اسے صحیح مان لینے کی صورت میں حضرت سارہ کی شخصیت داغدار ہو جاتی ہے۔ جبکہ یہ بھی ممکن ہے (اور یہی حقیقت واقعہ بھی ہے) کہ وہی روایت صحیح ہو لیکن اس کے جن حصوں سے حضرت سارہ پر حرف آتا ہے وہ یہودیوں کا اضافہ ہوں۔

تورات سے معلوم ہوتا ہے (اور علامہ شبلی اور مولانا سید سلیمان ندوی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے) کہ حضرت ابراہیم کے حضرت اسماعیل کو ان کی ماں کیساتھ مکہ میں آباد کرنے کا

واقعہ حضرت اسحاق کی پیدائش کے بعد ہوا۔ بلکہ تورات تو یہاں تک کہتی ہے کہ ذبیح اسحاق ہیں لیکن یہ سب غلط اور یہودیوں کی تحریف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت اسحاق کی پیدائش سے پہلے ہی حضرت ابراہیم نے اسماعیل کو ان کی ماں کیساتھ مکہ میں لا بسایا تھا یہیں وہ واقعہ پیش آیا جو بخاری میں مذکور ہے اس کے کچھ دنوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی آزمائش کی اور انھیں خواب میں اپنی اکلوتی اولاد کو قربان کر دینے کا اشارہ کیا۔ بالآخر جب حضرت ابراہیم اس آزمائش میں کامیاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انعام کے طور پر حضرت اسحاق (اور اسحاق کے بعد یعقوب) کی پیدائش کی بشارت دی واقعۂ قربانی کے بعد اسحاق کے پیدا ہونے کا ثبوت تورات اور قرآن دونوں میں ملتا ہے۔ ؎

۱۔ تورات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کرنے کا حکم دیا تھا؎ اور خود تورات میں ہے کہ اسحاق اسماعیل کے چودہ سال بعد پیدا ہوئے معلوم ہوا کہ اکلوتے بیٹے اسماعیل ہیں۔ اور قربانی کے وقت تک اسحاق پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے کہ اسحاق کی پیدائش کے بعد وہ اکلوتے نہیں رہے۔

۲۔ قرآن میں سورہ صافات میں ہے۔ "رب هب لي من الصالحين فبشرناه بغلام حليم... اس کے بعد قربانی کا واقعہ بیان کیا ہے اس کے بعد ہے: وفديناه بذبح عظيم وتركنا عليه في الآخرين سلام على ابراهيم كذلك نجزي المحسنين انه من عبادنا المؤمنين وبشرناه باسحاق نبيا من الصالحين" ؎

ان آیات میں پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک "غلام حلیم" کی بشارت دی ہے پھر قربانی کا واقعہ بیان کیا ہے اور اس میں حضرت ابراہیم کے کامیاب ہونے کا تذکرہ کیا ہے اور ان پر سلامتی بھیجنے کے بعد اسحاق کی پیدائش کی بشارت دی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسحاق کی پیدائش نہ صرف یہ کہ قربانی کے بعد ہوئی بلکہ اسماعیل کی قربانی کے بعد بطور انعام اور فضل کے ہوئی۔ قرآن کی ایک دوسری آیت سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے: "ووهبنا له اسحاق ويعقوب نافلة" ؎ (ہم نے اس کو عطا کئے اسحاق اور یعقوب فضل مزید کے طور پر) بعض مفسرین نے "نافلۃ" کو صرف یعقوب سے متعلق مانا ہے لیکن علامہ فراہی کا خیال ہے کہ اس کا

تعلق اسحاق اور یعقوب دونوں سے ہے۔ اس لئے کہ حضرت اسحاق بغیر کسی دعا اور انتظار کے پیدا ہو گئے۔

بنی اسرائیل کی بنی اسماعیل سے دشمنی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ انھوں نے بنی اسماعیل کو ذلیل کرنے کیلئے انکی ماں حضرت ہاجرہ کو حضرت سارہ کی باندی اور خود بنی اسماعیل کو لونڈی کی اولاد کہنا شروع کر دیا۔ قربانی کے شرف سے بنی اسماعیل کو محروم کرنے اور خود اس کا مستحق بننے کیلئے تورات کے نص میں تحریف کر کے اسماعیل کی جگہ اسحاق داخل کر دیا۔ اور چونکہ خود تورات سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ قربانی کا واقعہ اسحاق کی پیدائش سے پہلے پیش آیا اس لئے انھوں نے اپنی تحریف کو چھپانے اور اسکو صحیح ثابت کرنے کیلئے اپنی طرف سے اضافے کئے اور وہ قصہ گھڑا جو حضرت اسحاق کے پیدا ہونے کے ساتھ حضرت اسماعیل کے گستاخی کرنے، اور حضرت سارہ کے حضرت ابراہیم سے کہہ کر ہاجرہ اور اسماعیل کو گھر سے نکلوا دینے کی صورت میں ہمیں تورات میں ملتا ہے۔ یہود کے اسی اضافے کی وجہ سے تورات کی عبارتیں تضاد کا شکار ہو گئیں۔ ورنہ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عالم شیر خوارگی ہی میں اسماعیل کو ان کی والدہ کے ساتھ بے آب و گیاہ وادی میں جہاں بعد میں مکہ آباد ہوا لا بسایا تھا۔ حضرت سارہ کے کہنے پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اور وہاں وہ واقعہ پیش آیا جو ہمیں صحیح بخاری کی روایت سے ملتا ہے۔

شاید ان بزرگ محققین نے اس وجہ سے بھی اس روایت کو "بیہودہ افسانہ" قرار دیا ہے کہ ایک شیر خوار بچے کو اسکی ماں کیساتھ بے آب و گیاہ وادی میں جہاں کھانے پینے کا سامان ملنے کا دور دور تک امکان نہ ہو، چھوڑ آنا صریح ظلم معلوم ہوتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ کبھی حکم نہیں دے سکتا (جس طرح کہ انھوں نے بعض مخالفین اسلام کے اعتراض سے بچنے کیلئے حضرت ابراہیم کے واقعہ قربانی سے متعلق خواب کی تاویل کی جس پر ہم آگے بحث کریں گے)۔ اگر ایسی بات ہے تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم آزمائش کے طور پر دیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دعاؤں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں اولاد عطا کی تھی۔ اس سے حضرت ابراہیم کی شدید محبت فطری تھی لیکن اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا امتحان لینے کیلئے حکم دیا کہ اپنی اکلوتی اولاد کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آؤ۔ حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم

کر دیا چنانچہ جب وہ اس آزمائش میں پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے اس بیابان میں زندگی کا سامان کر دیا۔ قرآن کریم سے بھی تورات کے اس افسانے کی جس سے حضرت سارہ کی شخصیت پر حرف آتا ہے تردید ہوتی ہے۔

"ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم، ربنا لیقیموا الصلوٰۃ" (اے پروردگار میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے پروردگار میں نے اس لئے کیا ہے کہ یہ لوگ نماز قائم کریں)

اس سلسلے میں ایک شبہ رہ جاتا ہے جس کا ازالہ ضروری ہے۔ سید سلیمان ندوی نے اس بات کے اثبات میں کہ اسماعیل علیحدگی سے پہلے سن تمیز کو پہنچ گئے تھے قرآن سے دو دلیلیں دی ہیں۔ ایک تو انھوں نے آیت فلما بلغ معه السعي سے استدلال کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں اس لئے کہ آیت میں سن تمیز کو پہنچنے کا ذکر قربانی کے وقت ہے نہ کہ علیحدگی کے وقت۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ "جہاں حضرت ابراہیم کی وہ دعا مذکور ہے جو اسماعیل کو آباد کرتے ہوئے انھوں نے کی تھی "ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع ..." اس کے آخر میں ہے الحمد لله الذي وهب لي على الكبر اسماعيل واسحاق۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسماعیل کے مکہ آنے کے وقت اسحاق پیدا ہو چکے تھے" لیکن تفاسیر کی روشنی میں یہ استدلال بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ علامہ ابن کثیر نے آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "سورہ ابراہیم میں حضرت ابراہیم کی جو دعا مذکور ہے وہ مکہ آباد ہو جانے اور خانہ کعبہ کی تعمیر ہو جانے کے بعد کی ہے اسی لئے انھوں نے اسماعیل اور اسحاق کے عطا ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا تھا۔ اسماعیل اور انکی ماں کو مکہ میں آباد کرتے وقت انھوں نے جو دعا کی تھی وہ دوسری ہے جو سورہ بقرہ میں مذکور ہے" نیز اسی طرح انھوں نے آیت "ربنا انی اسکنت من ذریتی..." کی تفسیر میں بھی لکھا ہے کہ "یہ دعا اس دعا کے علاوہ ہے جو انھوں نے ہاجرہ اور اسماعیل کو چھوڑ کر واپس آتے ہوئے کی تھی۔ یہ دوسری دعا ہے جو انھوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد کی ہے"۔ (۵)

لیکن ابن جریر طبری، فخر الدین الرازی اور بعض دوسرے مفسرین نے لکھا ہے اور

بخاری کی ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم جب اسماعیل اور ہاجرہ کو وادی میں چھوڑ کر واپس ہوئے تو خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے یہ دعا کی۔ اس صورت میں ہم یہ کہیں گے کہ سورۂ ابراہیم میں حضرت ابراہیم کی جو طویل دعا ہے وہ ایک ہی موقع کی نہیں بلکہ دو موقع کی ہے۔ "ربنا انی اسکنت ..." والی دعا اسماعیل کو آباد کرتے وقت کی ہے اور بقیہ دعا خانۂ کعبہ کی تعمیر کے بعد جب اسحاق پیدا ہو چکے تھے کی ہے۔ فخر الدین رازی نے بھی آیت کی یہی تفسیر کی ہے اور مذکورہ اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

گویا اعتراض کیا جائے کہ ابراہیم نے یہ دعا اس وقت کی ہے جب اسمٰعیل اور ہاجرہ کو وادی میں لا کر آباد کیا تھا۔ اور اس وقت تک اسحاق پیدا نہ ہوئے تھے پھر وہ یہ کیسے کہہ سکتے تھے "الحمد للہ الذی وہب لی علی الکبر اسماعیل و اسحاق"۔ اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ قاضی نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا بعد میں کسی زمانے میں کی ہے۔ پچھلی آیت میں جو دعا کی ہے اس سے متصل نہیں ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ پوری دعا ابراہیم نے اسماعیل کے بڑے ہونے اور اسحاق کے پیدا ہونے کے بعد کی ہے۔ لیکن روایات سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔" [illegible]

شیطان کا حملہ

ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پچھلے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر سے شیطان کا مکالمہ ہوا۔ یہ ایک لمبی روایت ہے، اس کا ایک حصہ حسب ذیل ہے۔

"شیطان نے کہا کہ تم کس طرح مجھ سے نجات پاؤ گے، پیغمبر نے کہا کہ خدا کی قسم جب بھی میں نے تیری طرف سے کچھ محسوس کیا تو میں نے تجھ سے اللہ کی پناہ مانگی۔ دشمن خدا نے کہا کہ تم نے سچ کہا۔ اسی کے ذریعہ تم مجھ سے نجات پا سکتے ہو۔ پھر پیغمبر نے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ تم کس چیز کے ذریعہ دوبارہ انسان کے اوپر غلبہ حاصل کرو گے۔ شیطان نے کہا کہ غصہ اور خواہش کے وقت۔"

ڈاکٹر جلیل احمد صادق ناظم جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ

اسلامی مدارس کے لئے جدید نصاب تعلیم کا ایک اجمالی خاکہ

ہندوستان کے مدارس اسلامیہ میں رائج قدیم نصاب تعلیم علماء کرام اور دانشوران ملت کے نزدیک موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ ہر طبقہ مروجہ نصاب تعلیم میں دور جدید کے تقاضوں کے تحت تبدیلی کی ضرورت کا شدت سے احساس رکھتا ہے لیکن اس سلسلہ میں کوئی نصابی خاکہ ابھی تک پیش نہیں کیا جا سکا ہے۔ ذیل میں مدارس اسلامیہ کیلئے ایک اجمالی نصاب تعلیم کا خاکہ اس امید کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے کہ علماء کرام، ماہرین تعلیم نیز دانشوران ملت اپنی قیمتی آراء کا اظہار کریں گے تاکہ اس کی خامیوں کو دور کر کے نافذ العمل بنایا جا سکے۔ اگرچہ یہ خاکہ پندرہ سال مدت تعلیم کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا ہے لیکن اپنے وسائل و ذرائع کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے جزء پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔

مرحلہ اول۔ ابتدائی۔ مدت تعلیم ۵ سال

درجہ اوّل

نمبر شمار	مضامین	نصابی کتب	ہفتہ وار گھنٹیاں
۱	اردو	ہماری کتاب۔ قاعدہ نستعلیق	۱۲
۲	اسلامیات	عقائد۔ توحید، کلمہ۔ آخرت۔ نماز۔ طہارت وغیرہ	۶+۶

نمبر شمار	مضامین	نصابی کتب	ہفتہ وار گھنٹیاں
۳	ریاضی	N.C.E.R.T. کا نصاب	۱۲
۴	سائنس	" " " "	۶
۵	کھیل		۶
		درجہ دوم	
۱	اردو	ہماری کتاب اول (افضل حسین)	۲
۲	اسلامیات	وضو غسل۔ نماز۔ کلمہ۔ سیرت وغیرہ	۶
۳	ریاضی	N.C.E.R.T. کا نصاب	۱۲
۴	سائنس	" " " " "	۶
۵	ناظرہ	یسرنا القرآن	۹
۶	کھیل		۳
		درجہ سوم	
۱	اردو	ہماری کتاب دوم (افضل حسین)	۱۲
۲	اسلامیات	سجادین اول	۶
۳	ناظرہ	پارہ عم مکمل ناظرہ۔ اور الم ترکیف سے والناس تک حفظ	۹
۴	ریاضی	N.C.E.R.T. کا نصاب	۱۲
۵	سائنس	" " "	۶
۶	ہندی	ہماری پوتھی پرائمر (افضل حسین)	۳

نمبر شمار	مضامین	نصابی کتب	ہفتہ وار گھنٹیاں
		درجہ چہارم	
۱	اردو	ہماری کتاب سوم (افضل حسین)	۱۲
۲	اسلامیات	سجادین دوم	۳
۳	ناظرہ	ابتدائی دس پارے ناظرہ۔ آخری ربع پارہ عم حفظ	۹
۴	ریاضی	N.C.E.R.T. کا نصاب	۹
۵	سائنس	"	۶
۶	ہندی	ہماری پوتھی اول (افضل حسین)	۶
۷	سوشل سائنس	N.C.E.R.T. کا نصاب	۳
		درجہ پنجم	
۱	اردو	ہماری کتاب حصہ چہارم (افضل حسین)	۱۲
۲	اسلامیات	سجادین سوم	۳
۳	ناظرہ	ناظرہ آخری بیس پارے۔ آخری نصف پارہ عم حفظ	۹
۴	ریاضی	N.C.E.R.T. کا نصاب	۹
۵	سائنس	" " "	۶
۶	سوشل سائنس	" " "	۳
۷	ہندی	ہماری پوتھی دوم (افضل حسین)	۶

مرحلہ دوم ۔ ثانوی ۔ مدّتِ تعلیم ۳ سال

نمبر شمار	مضامین	نصابی کتب	ہفتہ وار گھنٹیاں
		درجہ ششم	
۱	اردو	ہماری کتاب پنجم (افضل حسین)	۹
۲	اسلامیات	سچا دین چہارم	۶
۳	سائنس	N.C.E.R.T. کا نصاب	۶
۴	ریاضی	〃 〃 〃	۹
۵	سوشل سائنس	〃 〃 〃	۶
۶	ہندی	ہماری پوتھی سوم (افضل حسین)	۶
۷	انگریزی	Basic reader مع گرامر یا N.C.E.R.T کا نصاب	۶
		درجہ ہفتم	
۱	اردو	ہماری کتاب ششم (افضل حسین)	۹
۲	اسلامیات	رسالہ دینیات ۔ نصف اول (مولانا مودودی) یا رحمتِ عالم سید سلیمان ندوی	۶
۳	سائنس	N.C.E.R.T. کا نصاب	۶
۴	ریاضی	〃 〃 〃	۶
۵	سوشل سائنس	〃 〃 〃	۶
۶	ہندی	ساہتیہ پربھا	۶
۷	انگریزی	Basic reader II مع گرامر یا N.C.E.R.T. کا نصاب	۶

نمبر شمار	مضامین	نصابی کتب	ہفتہ وار گھنٹیاں
۸	فارسی	پہلی کتاب، آمدنامہ	۳
		درجہ ہشتم	
۱	اردو	تعمیری ادب ۔ نظم و نثر منتخبات	۹
۲	اسلامیات	رسالہ دینیات ۔ نصف آخر (مولانا مودودیؒ)	۶
۳	سائنس	N.C.E.R.T. کا نصاب	۶
۴	ریاضی	〃 〃 〃 〃	۶
۵	سوشل سائنس	〃 〃 〃 〃	۶
۶	ہندی	ساہتیہ پربھا	۶
۷	انگریزی	Basic reader III مع گرامر یا N.C.E.R.T. کا نصاب	۶
۸	فارسی	دوسری کتاب	۳

نوٹ:- آرٹ عصرِ حاضر کا ایک لازمی مضمون ہے اس کو بھی نصاب میں شامل کرنا چاہیئے چاہے ہفتہ میں ۲ ہی پیریڈ ہوں۔ اس مرحلہ تک مقصدِ تعلیم یہ ہے کہ بچہ مادری زبان میں اسلام کی بنیادی تعلیمات سے کماحقہ واقف ہو جائے اور اس کے اندر صحیح تعبیر اور قواعد سے کام لینے کی اتنی صلاحیت پیدا ہو جائے کہ عربی ماخذ سے علمِ دین حاصل کرنے کے لئے عربی زبان میں تعلیم کی ابتدا کی جا سکے۔

مرحلہ سوم - عالمیت - مدت تعلیم ۵ سال

نمبر شمار	مضامین	نصابی کتب	ہفتہ وار گھنٹیاں
		درجہ - عربی اوّل	
۱	ادب عربی	مبادی القراءۃ الرشیدہ	۱۲
۲	عربی قواعد	اسباق النحو اول دوم ۔ تحفۃ الاعراب منظوم	۱۵
۳	عربی انشاء	معلم الانشاء حصہ اول	۶
۴	اُردو ادب	منتخبات	۴
۵	انگریزی	یو۔پی بورڈ کا ہائی اسکول کا نصف اول	۶
۶	تجوید	بذریعہ نوٹس ۔ حفظ نصف آخر پارہ عم	۲
۷	سوشل سائنس	N.C.E.R.T. کا نصاب درجہ نہم کا	۳
		درجہ عربی دوم	
۱	ادب عربی	القراءۃ الرشیدہ ۔ السیر المہذب	۱۰
۲	عربی قواعد	ہدایۃ النحو	۶
۳	عربی انشاء	معلم الانشاء حصہ اول	۶
۴	ترجمہ قرآن کریم	انتیسواں اور تیسواں پارہ	۳
۵	حدیث	ریاض الصالحین سے منتخبات	۳
۶	توحید	العقیدۃ الواسطیہ	۳
۷	تاریخ اسلام سیرۃ النبی	نور الیقین للخضری	۳

نمبر شمار	مضامین	نصابی کتب	ہفتہ وار گھنٹیاں
۸	سوشل سائنس	N.C.E.R.T. کا درجہ دہم کا نصاب	۳
۹	تجوید	بذریعہ نوٹس ۔ حفظ اول پارہ عم	۲
۱۰	اردو ادب	منتخبات	۳
۱۱	انگریزی	یو۔پی بورڈ کا ہائی اسکول کا نصف آخر	۶
		درجہ - عربی سوم	
۱	ادب عربی	منتخب ابواب دیوان الحماسہ لابی تمام ۔ باب الادب ۔ کلیلہ ودمنہ	۹
۲	عربی قواعد	قواعد اللغۃ العربیہ	۶
۳	عربی انشاء	معلم الانشاء حصہ دوم	۴
۴	تفسیر قرآن کریم	سورہ سبا تا سورہ تحریم	۶
۵	حدیث	بلوغ المرام سے منتخبات	۳
۶	توحید	تیسیر العزیز الحمید شرح کتاب التوحید	۲
۷	فقہ	قدوری ۔ از ابتدا تا ختم مبحث العبادات	۴
۸	تاریخ اسلام	خلفاء راشدین ۔ محاضرات الخضری	۴
۹	معاشیات یا پولیٹیکل سائنس	کوئی ایک مضمون اختیاری ہوگا N.C.E.R.T. کا انٹرمیڈیٹ کا ½ حصہ نصاب اسلامی انداز کے ساتھ	۶
۱۰	انگریزی	" " " " " "	۶
		درجہ - عربی چہارم	
۱	ادب عربی	دیوان الحماسہ (باب الحماسہ) مختارات من الادب العربی	الندوی ۶

نمبر شمار	مضامین	نصابی کتب	ہفتہ وار گھنٹیاں
۲	عربی انشاء	معلم الانشاء حصہ دوم	۳
۳	تاریخ ادب عربی	بذریعہ نوٹس	۲
۴	بلاغت	البلاغۃ الواضحہ	۳
۵	تفسیر قرآن کریم	از سورہ الکہف تا سورۃ الاحزاب	۶
۶	حدیث	مشکوٰۃ المصابیح (منتخب ابواب)	۳
۷	اصول حدیث	بذریعہ نوٹس	۲
۸	فقہ	ھدایہ اولین و آخرین منتخب ابواب	۳
۹	اصول فقہ	بذریعہ نوٹس	۲
۱۰	فرائض	السراجی	۳
۱۱	تاریخ اسلام	(بنو امیہ) محاضرات الخضری	۳
۱۲	معاشیات یا پولیٹیکل سائنس	N.C.E.R.T. کا انٹرمیڈیٹ کا دوسرا سال نصاب اسلامی اقدار کے ساتھ	۶
۱۳	انگریزی	" " " "	۶
		درجہ۔ عربی پنجم	
۱	ادب عربی	دیوان الحماسہ۔ (باب الحماسہ) دول العرب والاسلام	۶
۲	عربی انشاء	مضمون نگاری	۲
۳	تاریخ ادب عربی	بذریعہ نوٹس	۳
۴	تفسیر قرآن کریم	از سورۃ الاعراف تا سورۃ بنی اسرائیل	۶
۵	حدیث	مشکوٰۃ المصابیح منتخب ابواب	۲

نمبر شمار	مضامین	نصابی کتب	ہفتہ وار گھنٹیاں
۶	اصول تفسیر	مقدمہ تفسیر فراہیؒ ۔ اسالیب القرآن	۲
۷	فقہ	بدایۃ المجتہد۔ منتخب مباحث	۳
۸	فرائض	السراجی	۳
۹	تاریخ اسلام	بنو عباس۔ محاضرات الخضری	۳
۱۰ ۔ ۱۱	معاشیات یا پولیٹیکل سائنس	N.C.E.R.T. کا انٹرمیڈیٹ کا آخری سال نصاب اسلامی اقدار کے ساتھ	۶
۱۲	انگریزی	" " " "	۶

عالمیت کے درجات میں عصری علوم کی تقسیم حسب ذیل طریقہ پر ہوگی۔

۱۔ انگریزی حسب نصاب لازمی مضمون کی حیثیت سے ہوگی۔

۲۔ معاشیات اور پولیٹیکل سائنس کی حیثیت اختیاری مضمون کی ہوگی۔ عربی اول اور عربی دوم میں سوشل سائنس کی حیثیت لازمی مضمون کی ہوگی لیکن عربی سوم تا عربی پنجم تک معاشیات اور پولیٹیکل سائنس میں سے کسی ایک مضمون کو پڑھنا ہوگا۔

۳۔ لیکن جو طالب علم سائنس اور ریاضی کی تعلیم حاصل کرنا چاہیں گے۔ اُن کے لئے عربی اول تا عربی پنجم تک ہائی اسکول کا N.C.E.R.T. کا نصاب پڑھایا جا سکتا ہے بشرطیکہ وسائل و ذرائع میسر ہوں۔ اس سے میڈیسن اور انجینیرنگ وغیرہ کی تعلیم ایک عالم دین کو حاصل کرنیکا موقع مل سکتا ہے۔

اسلام کی خدمت کے لئے علمی برتری ضروری ہے۔

مرحلہ چہارم۔ فضیلت۔ مدت تعلیم ۲ سال

یہ مرحلہ اختصاصی تعلیم کا ہوگا۔ طالب علم کو تفسیر، حدیث، فقہ، دعوت اسلامی اور

ادب عربی میں سے کسی ایک فن کی دو سال تک خصوصی تعلیم حاصل کرنی ہوگی تاکہ اس فن میں عبور تبحر اور مہارت اور صلاحیت پیدا ہو سکے۔

اجمالی خاکہ درج ذیل ہے

التفسیر ۔ سال اول

		ہفتہ وار گھنٹیاں
۱	تفسیر	۱۵
۲	اصول تفسیر	۳
۳	حدیث	۲
۴	ادب عربی	۶
۵	علوم القرآن	۳
۶	مناہج بحث	—
۷	الدعوۃ الاسلامیہ	۳
۸	انگریزی	۲
۹	برائے کتبخانہ	۶

سال دوم

۱	تفسیر	۱۸
۲	حدیث	۲
۳	ادب عربی	۶
۴	علوم القرآن	۳
۵	الدعوۃ الاسلامیہ	۲
۶	مناہج بحث	۲

۷	انگریزی	۶
۸	برائے کتب خانہ	۶

نوٹ:۔ عربی زبان میں قرآن سے متعلق کسی موضوع پر ساٹھ صفحہ کا ایک مقالہ لکھنا ضروری ہوگا

الحدیث سال اول

۱	کتب الستہ	۶
۲	فقہ الحدیث	۶
۳	مصطلح الحدیث	۳
۴	الجرح والتعدیل	۲
۵	تدوین الحدیث	۳
۶	الدعوۃ الاسلامیہ	۳
۷	التفسیر	۲
۸	رواۃ الحدیث وطبقاتہم	۶
۹	انگریزی	۲
۱۰	برائے کتب خانہ	۲

سال دوم

۱	کتب الستہ	۶
۲	فقہ الحدیث	۶
۳	تخریج الاحادیث	۳
۴	الوضع فی الحدیث	۳
۵	تدوین الحدیث	۳

۶	مناھج البحث	۳
۷	التفسیر	۳
۸	الدعوۃ الاسلامیہ	۳
۹	انگریزی	۶
۱۰	برائے کتب خانہ	۷

نوٹ:۔ حدیث سے متعلق عربی زبان میں ایک مقالہ کم از کم ساٹھ صفحات کا لکھنا ضروری ہوگا۔

الفقہ المقارن ۔ سال اول

۱	الفقہ المقارن	۱۲
۲	اصول الفقہ	۶
۳	الفرائض	۳
۴	تفسیر آیات الاحکام	۳
۵	احادیث الاحکام	۳
۶	تاریخ التشریع الاسلامی	۳
۷	الدعوۃ الاسلامیہ	۳
۸	انگریزی	۶
۹	برائے کتب خانہ	۶

سال دوم

۱	الفقہ المقارن	۱۲

۲	اصول الفقہ	۳
۳	اسرار الشریعہ	۳
۴	الفرائض	۲
۵	تفسیر آیات الاحکام و احادیث الاحکام	۳
۶	الدعوۃ الاسلامیہ	۳
۷	تاریخ التشریع الاسلامی	۳
۸	مناھج البحث	۲
۹	انگریزی	۶
۱۰	برائے کتب خانہ	۶

فقہ سے متعلق عربی زبان میں کم از کم ساٹھ صفحات کا ایک مقالہ لکھنا ضروری ہوگا۔

الادب العربی ۔ سال اول

۱	التفسیر	۶
۲	الادب الجاھلی	۶
۳	الادب الاسلامی	۶
۴	تاریخ الادب العربی	۶
۵	نقد ادب	۶
۶	دعوت اسلامی	۳
۷	بلاغت	۳
۸	انگریزی	۶
۹	برائے کتب خانہ	۶

سال دوم

۱	التفسیر	۶
۲	الادب الجاھلی	۶
۳	الادب الاسلامی	۳
۴	ادب معاصر	۳
۵	تاریخ ادب عربی	۶
۶	نقد ادب	۶
۷	اعجاز القرآن	۲
۸	دعوت اسلامی	۳
۹	انگریزی	۶
۱۰	برائے کتب خانہ	۶

ادب کے موضوع پر عربی زبان میں کم از کم سو صفحات کا ایک مقالہ لکھنا ضروری ہوگا۔

الدعوۃ الاسلامیہ

سال اول

۱	التفسیر	۶
۲	حدیث	۳
۳	فقہ مقارن	۲
۴	تاریخ دعوت	۴
۵	اصول تفسیر	۲
۶	دعوت اسلامی کی بنیادیں اور داعی کے اوصاف	۴
۷	اصول حدیث	۱
۸	اصول فقہ	۱
۹	ادیان ۔ تحریکیں	۳
۱۰	تاریخ اسلام	۳
۱۱	انگریزی	۶
۱۲	برائے کتب خانہ	۱۲

سال دوم

۱	تفسیر	۶
۲	فقہ مقارن	۳
۳	اسلام کا نظام حیات	۳
۴	حدیث	۳
۵	تاریخ دعوت اور اسلامی تحریکیں	۳
۶	ادیان ۔ تحریکیں	۳
۷	عالم اسلام	۳
۸	تاریخ اسلام	۳
۹	خاتمہ بحث	۳
۱۰	انگریزی	۶
۱۱	برائے کتب خانہ	۱۲

دعوۃ سے متعلق کم از کم ساٹھ صفحات کا عربی زبان میں ایک مقالہ لکھنا ضروری ہوگا۔

مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم کا یہ ایک اجمالی خاکہ ہے تفصیلی نصاب انشاء اللہ بعد میں دیا جائیگا۔

اس خاکہ کی ترتیب و تشکیل جناب مولانا محمد طاہر صاحب، مدنی۔ استاذ جامعۃ الفلاح بلریا گنج نیز ماسٹر عبد الجلیل صاحب ایم۔ اے

بی۔ ایڈ۔ استاذ شبلی نیشنل انٹر کالج اعظم گڑھ کے تعاون سے کی گئی ہے۔

اہل علم و دانش اور ماہرین تعلیم سے گذارش ہے کہ N.C.E.R.T. کے نصاب کا جہاں مشورہ دیا گیا ہے اُن سے متعلق کتب کا مطالعہ کریں اور اُن حصوں کی نشاندہی کریں جو عقائد اسلام سے متصادم ہوں اور طالب علم کے ذہن کو مسموم کرنے کا سبب بن سکیں تاکہ اُن حصوں کو حذف کر کے اُن کا بدل تلاش کیا جا سکے اور اگر اس طرح کوئی زحمت اور دشواری نہ ہو تو اس بارے میں بھی اپنی قیمتی آراء کا اظہار کریں۔ یہ ایک دینی خدمت ہوگی۔

نصاب ھذا عصری اور دینی علوم کا ایک ایسا امتزاج ہے کہ کوئی طالب علم جس اسٹیج پر چاہے عصری علوم کی درسگاہوں میں داخلہ لے سکتا ہے۔ شعبۂ عالمیت سے فراغت کے بعد B.A. اور آئی۔ ایس۔ سی۔ نیز فضیلت کے بعد ایم۔ اے عربی اور تھیالوجی میں داخلہ لے سکتا ہے۔

غلام یحییٰ انجم روم نمبر ۱۴، محمد حبیب ہال مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

ملا صدرا - ایک عظیم فلسفی

معقولات جسے اس زمانہ میں پس پشت ڈالدیا گیا ہے تقریباً نصف صدی قبل تک اس کا بہت زیادہ رواج تھا ملا نظام الدین سہالوی کی طرف منسوب درس نظامی میں مبتدی سے منتہی تک کی تعلیم میں معقولات کی کتابوں کا غلبہ تھا مثال کے طور پر قرآن کریم جو نہ صرف دینی بلکہ معاشرتی تنظیم کی بھی اصل ہے اس کی تفسیر میں دو یا زیادہ کتابیں پڑھائی جاتی تھیں یعنی "جلالین" اور "بیضاوی" تا مقام درس لیکن منطق میں "صغریٰ" سے لیکر "میر زاہد" "امور عامہ" تک ۲۰، ۲۵ کتابیں مشمول تھیں فلسفہ کی کتابیں "ہدایت الحکمۃ" سے لیکر "شرح اشارات" تک اس پر مستزاد تھیں اور آج بھی کم از کم کاغذی حیثیت تک درس نظامی کے اعلیٰ نصاب میں ان کا ایک معتد بہ حصہ شامل ہے ملا صدرا ان عباقرۂ روزگار میں سے ہیں جن کی کتاب عرصہ دراز سے ابھی تک معقولات میں درس نظامی کی زینت بنی ہوئی ہے صاحب اعیان الشیعہ نے شاید انھیں خوبیوں کی طرف اشارہ کر کے ان چند نابغہ روزگار شخصیتوں پر فوقیت دی ہے جنھیں معقولات کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے (۱) معلم ثانی ابو نصر فارابی (متوفی ۳۳۹ھ) (۲) شیخ رئیس ابن سینا (۳۷۰ھ — ۴۲۸ھ) (۳) خواجہ نصیر الدین الطوسی (۵۹۷ھ — ۶۷۲ھ) کے بعد چوتھے ملا صدرا محمد بن ابراہیم صدر الدین شیرازی ہیں، اس پر مزید یہ کہ اگر غلو کا خوف نہ ہوتا تو یقیناً میں یہ کہتا کہ علمی اعتبار سے ملا صدرا کی حیثیت مذکورۃ الصدر حضرات سے کہیں زیادہ بڑھکر ہے خاص کر مکاشفہ و وجدان کے معاملہ میں ان کا کوئی ہمسر نہیں ہے

مختصر حالات زندگی اس عبقری شخصیت کا نام صدر الدین محمد بن ابراہیم الشیرازی القومی ہے اور قوم میں "صدر المتألہین" اور "ملا صدرا" کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ کے والد صفوی دور حکومت کے وزرا میں سے تھے جس کا دار السلطنت شیراز تھا

قومی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ زندگی کا بیشتر حصہ مذکر اولاد کی نعمت سے محروم رہے تو اللہ تعالیٰ سے منت مانی کہ اے پالنے والے اگر میرے گھر میں ایک بچہ کی ولادت ہو جائے تو میں مال و دولت کا وافر حصہ فقراء، مساکین اور اہل علم پر خرچ کروں گا۔ اعیان الشیعہ میں ہے۔

"لم یولد له ذکر فنذر لله ان ینفق مالا خطیرا علی الفقراء"

باب اجابت الٰہی سے یہ دعا ٹکرائی اور مستجاب ہوئی پھر ملا صدرا کی شخصیت آسمان علم و فضل پر ایک روشن ستارہ بن کر نمودار ہوئی۔ صحیح تاریخ ولادت کی تصریح تو نہیں ملتی کیونکہ وفات ۱۰۵۰ھ میں ساتویں بار حج سے واپسی میں ہوئی اور بوقت وفات ان کی عمر ستر سال بتائی جاتی ہے اس لئے تاریخ ولادت ۹۸۰ھ کے قریب ہوگی فلاسفہ شیعہ میں سفر آخرت سے متعلق درج ہے۔

"ابن ابراہیم صدر الاجل — فی سفر الحج "مریضا" ارتحل
قدوة اہل العلم والصفا — یروی عن الداماد والبہائی" له

صدر اجل ابراہیم کے صاحبزادے سفر حج میں بحالت مرض وفات پا گئے اہل علم و صفا کے پیشواؤں میں (میر) داماد اور (شیخ بہاء الدین) بہائی سے روایت کرتے تھے۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم اپنے پدر بزرگوار سے حاصل کی اور اس کی تکمیل اصفہان جا کر ان دو یگانہ روزگار شخصیتوں سے کی جن کا سکہ معقولات کی دنیا میں اب بھی رائج ہے یعنی شیخ بہاء الدین العاملی (۹۵۳ھ — ۱۰۳۱ھ) اور میر باقر داماد (متوفی ۱۰۴۰ھ) جو نظریہ حدوث دھری کے بانی ہیں اور جن کی شان میں اختلاف کرنے کے باوجود ملا محمود جونپوری (متوفی ۱۰۶۲ھ) جیسے فلسفی اعظم ہندوستان شمس بازغہ میں فرماتے ہیں۔

"خیرة الله الیقین بالمهرة السابقین هو لو غاص فی سباحة ارض الحقیقة وغوطه فی سباحة یم الحکمة ووجوده فی اعماق شری الفلسفة باقدام النظارة وعروجه عن اطباق سماء الملکوت بقوادم افکاره الباهرة" له

اللہ تعالیٰ نے سابق ماہرین میں انھیں منتخب کیا تھا سرزمین حقیقت کی سیاحی کا اکثر پیشہ تھی اور بحر حکمت میں غواصی ان کا معمول، بلا شباہت کی عمیق معاملات میں ان کا وجود اور اپنے بحر النبی افکار کے ذریعہ آسمان ملکوت کی زینہ پیمائی ان کا خاص شغف تھی۔

له عبد الله، فلاسفہ شیعہ مطبوعہ ۱۳۴۴ھ ص ۳۵۰ ، ۲؎ محمود جونپوری شمس بازغہ ص ۲۵۳

انھی موخر الذکر استاد کی صحبت میں آپ زیادہ عرصہ رہ کر حصول علم میں مصروف رہے مالی حالت کے اعتبار سے ملا صدرا کی شخصیت مضبوط تھی باپ نے جائیداد کا وافر حصہ بیٹے کے لئے چھوڑا تھا اس سلسلہ میں ملا صدرا نے بڑی فراخدلی سے کام لیا اور تحصیل علم کے سلسلہ میں پانی کی طرح دولت بہا دی پھر بھی ایک زمانہ ان پر ایسا گزرا ہے کہ اس قدر کد و کاوش کے بعد بھی مستقبل کی ترقیوں سے مایوس تھے۔

"ما کان له رتبة ادنی من احاد طلبة العلم۔"

تمام طلبہ میں انھیں کوئی نمایاں حیثیت حاصل نہ تھی۔

مگر انھوں نے ہمت نہ ہاری اور اپنے مشفق استاد کی روش پر گامزن رہے اور پھر ایک زمانہ وہ آیا کہ علم و فضل کی دنیا میں ان کا طوطی بولنے لگا اور ارسطو و ابن سینا کے بعد ہی ان کا نام لیا جانے لگا۔

"انه اجل فلاسفة العصر الاموی شانا واعظمهم خطرا حتی لقد بلغ من دقة البحث وعمق التفکیر وطرافة التحقیق مبلغا فی منزلة ثانی بعد منزلة کل من ارسطو وابن سینا"

"وہ دور اموی کے جلیل القدر فلسفی اور عالی مرتبت متکلم تھے۔ یہاں تک کہ دقت نظر، عمق فکر اور ندرت تحقیق میں انھیں جو کمال حاصل تھا اس کا رتبہ ارسطو اور ابن سینا کے بعد ہی آتا ہے۔"

اکابرین کی رائے

جس درجۂ فضل و کمال پر موصوف فائز تھے متاخرین میں کسی سے ان تک رسائی ممکن نہ ہو سکی اور متقدمین میں سے کم ہی اس رتبہ سے بہرہ ور ہوئے صاحب روضات لکھتے ہیں۔

"کان فائقا علی سائر من تقدم من الحکماء الباذخین والعلماء الراسخین الی زمن مولانا الخواجه نصیر الدین منقحا اساس الاشراق بما لا مزید علیه ومفتحا ابواب التنقیح علی طریقة المشاء والرواق" له

مولانا خواجہ نصیر الدین کے زمانہ تک جو ممتاز علماء اور راسخ علماء گزرے ہیں ان سب میں انھیں تقدم اور برتری حاصل تھی اساسیات اشراق کی اس طرح تنقیح کی جس میں کوئی اضافہ ناممکن اور مشائین اور رواق کے طرز پر ابواب تنقیح کو وا کر دیا۔

له روضات الجنات ص ۳۳۱

اس قول کی روشنی میں فلاسفہ متقدمین و متاخرین دونوں کے درمیان ان کی شخصیت روز روشن کی طرح نمایاں نظر آتی ہے صاحب سلافۃ العصر کی تحریر کے بموجب تو انھیں صرف حکمت ہی میں نہیں بلکہ تمام فنون میں بالغ النظری حاصل تھی۔

انه کان عالم اهل زمانه فی الحکمة متقناً لجمیع الفنون [1]

وہ حکمت میں اپنے زمانہ کے عالم اور تمام فنون کے ماہر تھے۔

صاحب نجوم السماء ملا صدرا کو میر باقر داماد کے خاص شاگردوں میں شمار کر کے ان کے زمانہ کے مشاہیر فضلاء میں سے بتایا ہے پھر وہ آگے چل کر قواعدین کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

«ملا صدرا شاگرد میر داماد حکیم محقق صوفی بحت بود۔» [2]

ملا صدرا نے اپنی زندگی میں جو شہرت و مقبولیت فن معقولات اور دیگر علوم میں حاصل کر لی تھی وہ اب تک بدستور باقی ہے طالبان علوم کے لئے وہ اپنے زمانہ کے مرجع عام بنے ہوئے تھے۔ ان سے استفادہ کرنے والوں کی ایک طویل فہرست ہے جن میں گل سرسبد ایک حکیم ملا محسن جنھیں «فیض» اور دوسرے شیخ عبدالرزاق لاہیجی جنھیں «فیاض» کہا کرتے تھے بعد میں انھیں شاگردوں نے فلسفہ میں آپ کے نظریات کو فروغ دیا اور ان کی نشر و اشاعت کی سعی موفور بجا لائے۔ یہاں تک کہ دوسرے مدارس فلاسفہ اور اہم مصنفین کی کتابیں گوشۂ خمول میں جا پڑیں۔

ملا صدرا کی زندگی میں دو باتیں متضاد پائی جاتی تھیں ایک تو یہ معقولات دیانتدار علماء کے قول کے مطابق اس فن کی کتابوں سے مشغول ہونا ناجائز ہے جس کے بارے میں یہاں تک کہا جاتا تھا کہ من تمنطق تزندق انھیں اس سے بے حد لگاؤ تھا اور اسی کے طلب و حصول میں عمر عزیز صرف کر دی اور دوسری طرف دل کی تجلیات روحانی سے منور کرنے کے لئے عرفان و وجدان اور مکاشفہ و مجاہدہ سے بہت زیادہ عشق تھا۔ جب تقاضائے زمانہ کے پیش نظر انھوں نے تصوف کی منزلوں کو طے کرنا شروع کیا اور مجاہدہ و مکاشفہ میں اپنی زندگی کے آخری

۱؎ ایضاً ص ۲۳۳

۲؎ مرزا محمد علی نجوم السماء فی تراجم العلماء ص ۷، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۰۳ھ

گزارنے لگے تو صوفیوں میں ان کی شخصیت مسلم تھی ہی صوفیا کی محافل میں ان کا نام ادب سے لیا جانے لگا۔ فلسفہ اور خاص کر الٰہی فلسفہ کو انھوں نے جس سلیقگی کے ساتھ پڑھا پڑھایا اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

«قد صرفت قوتی فی سالف الزمان منذ اول الحداثة والریعان فی الفلسفة الالٰهیة بمقدار ما اوتیت من المقدور و بلغ قسطی من السعی الموفور» [1]

عنفوان شباب کی ابتداء سے لیکر آخر تک الٰہی فلسفہ کی تحصیل میں اپنے جتنی بھی قوت تھی صرف کر دی اور پھر اس میں پوری کوشش کی۔

زندگی کے تین ادوار

اس طرح ملا صدرا کی زندگی کے حالات اور ان کے علمی کمالات کو سمجھنے کے لیے تین ادوار قائم کرنے ضروری ہیں۔

(۱) پہلا دور تحصیل علم سے متعلق ہے اس دور میں ایک وقت تو وہ تھا کہ مستقبل کی ترقیوں سے بالکل مایوس تھے جس کی طرف گزشتہ صفحات میں اشارہ کیا جا چکا ہے پھر بھی اس دور میں بحث و مباحثہ اور متکلمین کی رایوں کی تتبع و تلاش میں ہمیشہ رہے۔ اس زمانہ میں ان کا میلان تصوف کی طرف ضرور تھا مگر تمام تر توجہ اس طرف مبذول نہ تھی زندگی کے اس اہم گوشہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تفسیر سورۂ بقرہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

«انی کنت سالفا کثیر الاشتغال بالبحث والتکرار وشدید المراجعة الی مطالعة کتب الحکماء والنظار حتی ظننت انی علی شیء فلما انفتحت بصیرتی ونظرت الی حالی وذالک طبعا بعد المرحلة الاولیٰ هذه رأیت نفسی وان حصلت شیئاً من احوال المبدأ وتنزیهه عن صفات الامکان والحدثان وشیئاً من احکام المعاد والنفوس الانسان فارغة من العلوم

میں نے ایک مدت بحث و تکرار، مراجع و تحقیق اور حکماء و متکلمین کی کتابوں سے استفادہ پر لگا دی یہاں تک کہ میں نے سمجھا کہ میری بھی کوئی حیثیت ہو گئی ہے لیکن جب میری بصیرت وا ہوئی اور میں نے اپنے حال پر غور کیا ــ اور یہ فطری طور پر اسی مرحلہ کے بعد ہوا ــ تو میں نے اپنے آپ کو پایا کہ اگرچہ میں نے آخرت کے احوال میں سے کچھ حاصل کر لیا ہے اور امکانات و حادثات کے صفات سے اسے منزہ قرار دیا ہے اور نفوس انسانی اور

۱؎ کتاب الاسفار بحوالہ اعیان الشیعہ ج ۴۵ ص ۱۰۲

الحقیقة وحقائق الاعیان مما لا یدرك الا بالذوق والوجدان "

احکام معاد کی کچھ چیزیں مجھ پر منکشف ہوئی ہیں تاہم میں علوم حقیقی اور حقائق مشاہدات سے خالی ہوں جن کا ادراک ذوق سلیم اور وجدان کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

(۲) دوسرا دور مخلوق سے بے اعتنائی، توجہ الی اللہ اور عزلت گزینی سے متعلق ہے تحصیل علم سے فراغت کے بعد انھوں نے آبادی سے کنارہ کشی اختیار کر کے "قم" کے مقام "کہیک" کے کسی پہاڑ میں گوشہ نشین ہو گئے اور ۱۵ سال مسلسل مجاہدہ نفس، ریاضت و عبادت، اور خوف الٰہی سے متضرع اور گریہ کناں رہے ان دنوں فلسفہ و حکمت سے بالکل بیزار ہو گئے تھے تمام تر توجہ یاد الٰہی ہی کی طرف مبذول تھی۔ اسفار کے ص ۴ پر فرماتے ہیں۔

انی لاستغفر الله مما ضیعت شطراً من عمری من تتبع آراء المتفلسفة والمجادلین من اهل الکلام وتدقیقاتهم جربزتهم فی القول وتفننهم فی البحث "

میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں کہ میں نے اپنی عمر کا ایک حصہ فلسفیوں کے آراء مناظرین کے خیالات اہل کلام کے نظریات کی تحقیق میں تو گزار دی اور ان کے تفنن افکار اور قولی موشگافیوں میں بھٹکتا رہا۔

۱۵ سال کے مجاہدہ سے اس نتیجہ پر پہونچے کہ طویل مجاہدہ، مخلوق سے عزلت اور تصفیہ قلب کے بعد ہی انسان علم لدنی اور کشف نفسی کر سکتا ہے جو کچھ انھیں اس طویل عزلت و تنہائی سے میسر ہوا اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

اشتعلت نفسی لطول المجاهدات والتهب قلبی لکثرة الریاضیات التهاباً قویاً ففاضت علیها انوار الملکوت وحلت بها خبایا الجبروت ولحقتها الاضواء الاحدیة وتدارکتها الالطاف الالهیة فاطلعت علی اسرار لم اکن اطلعت علیها الی الآن وانکشفت لی رموز لم

طول طویل مجاہدات میں میں نے اپنے آپ کو لگا دیا اور ریاضت و ممارست کی کثرت سے میرا دل بھڑک گیا اس پر ملکوت کی ضیا باری ہونے لگی جبروت کے اسرار اس پر کھلنے لگے اور بنیادی لمعات مجھ پر منکشف ہونے لگے۔ اور الٰہی الطاف و عنایات کی بارش ہونے لگی چنانچہ مجھے ایسے اسرار کا پتہ چلا جس سے میں اب تک واقف نہ ہو سکا تھا اور مجھ پر ایسے رموز کھلے جو اس سے پہلے نہ تھے بلکہ اب تک

تکن منکشفة هذا الانکشاف من البرهان بل کل ما علمته من قبل بالبرهان عاینته مع زوائد بالشهود والعیان "[۱]

جو کچھ بھی دلائل میں نے سیکھے تھے ان کو شہود و حقیقت سے بالکل واضح پایا۔

ملا صدرا کا خیال ہے کہ علوم معرفت کے حصول کے سلسلہ میں صرف دو طریقے زیادہ مفید ہو سکتے ہیں پہلا طریقہ بحث و مباحثہ اور تعلیم و تعلم کا ہے جس کا بیشتر دار و مدار قیاسیات اور منطقی مقدمات پر ہوتا ہے۔ دوسرا طریقہ علم لدنی ہے جو الہام کشف اور وجدان سے حاصل ہوتا ہے مگر اس کیلئے چند بنیادی شرطیں ہیں۔ پہلے تو محصل اپنے نفس کا تمام دنیا کی لذتوں اور اس کے خواہشات سے بالکل قطع تعلق کر لے اور دل کو انوار الٰہی سے منور و مجلّیٰ کرے تاکہ حقائق کائنات کی صورتیں اس میں مرتسم ہونے لگیں۔

تعلیم و تعلم اور علم لدنی کے درمیان فرق دو لفظوں میں اس طرح بیان کرتے ہیں تعلیم و تعلم اس میٹھی چیز کی طرح ہے جس کی مٹھاس وصف سے معلوم ہو جائے اور علم لدنی اس میٹھی چیز کی طرح ہے جسے چکھ کر معلوم کیا جائے دوسرا طریقہ صرف انبیاء و اولیاء اور صاحبان عرفان کے لئے ممکن الحصول ہے۔

(۳) تیسرا دور ان کی تصنیف و تالیف سے متعلق ہے کثرت مجاہدہ نفس اور ریاضت بدنی کے بعد علم لدنی اور مکاشفہ تجلیات ربانی ہو گیا تو انھوں نے اپنی تمام تر توجہ ما فی الضمیر کو احاطہ تحریر میں لانے کی طرف مبذول کر دی اور ان صلاحیتوں کو الفاظ کے سانچہ میں ڈھالنا شروع کر دیا۔ اس طرح ان کا اشہب قلم معقولات و دینیات دونوں میں نمایاں نظر آنے لگا۔ اگر چھوٹی بڑی کتابوں کے علاوہ رسائل اگرچہ ان کی تعداد مختصر ہے شامل کر لیا جائے تو ان کی کل تعداد ۳۳ پہونچتی ہے۔ ان کی تمام کتابوں میں تقریباً یکساں رنگ جھلکتا ہے ان کی تمام دینی کتابیں معقول کا خزانہ اور عقلی کتابیں دینی معلومات کا ذخیرہ ہیں۔ صاحب اعیان الشیعہ نے ان کی کتابوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

[۱] العاملی۔ اعیان الشیعہ ص ۱۰۳

نحن ان نعد کتبه الفلسفیة کتبا دینیة
ونعد کتبه الدینیة کتبا فلسفیة »

اور یہ واقعہ ہے کہ اس کڑی کمان کو زہ کرنا جس میں نہ تو شریعت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے پائے اور نہ ہی حکیمانہ تحقیق میں کوئی کوتاہی رہنے پائے اپنی جگہ ایک اہم علمی دینی کارنامہ ہے جس کے لئے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے:

در کف جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

ملا صدرا کا نظریہ تھا کہ شریعت اور عقل دونوں متوازی اشیاء ہیں۔ اسی وجہ سے ہر قوم پر انھوں نے دونوں کو ایک دوسرے کے دوش بدوش سمجھانے کی کوشش کی ہے اور یہ لکھا ہے۔ ان الشرع والعقل متطابقا " یعنی شریعت کے لئے عقل کی تائید اور عقل کے لیے شریعت کی تائید ضروری ہے لیکن بسا اوقات اس کے مخالف بھی ہوتا ہے لکھتے ہیں۔

حاشا الشریعة الحقة الالٰهیة البیضا ان تکون احکامها مصادمة للمعارف الیقینیة الضروریة وتبا للفلسفة تکون قوانینها غیر مطابقة للکتاب والسنة »	حاشا وکلا کہ شریعت اس کے احکام ضروری یقینی معارف سے متصادم ہوں اور برا ہو اس فلسفہ کا جس کے قوانین کتاب وسنت سے ہم آہنگ نہ ہو۔

تصانیف ملا صدرا کی تمام کتابیں انھیں اصول و قوانین و نظریات و اعتقادات کی آئینہ دار ہیں مصنف کی تمام تر کتابیں قابل ذکر ہیں مگر ذیل میں صرف انھیں کتابوں کا تعارف کرایا جا رہا ہے جنھوں نے مصنف کو شہرت دوام بخشی ہے۔

(۱) **الاسفار الاربعہ** مصنف کو زندہ جاوید بنانے ہیں اس کتاب کا زیادہ حصہ ہے یہ کتاب ۹۲۱ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۲۸۲ھ پھر ۱۳۷۸ھ میں دوبار ایران سے شائع ہوئی ہے یہ کتاب شیخ کی "شفا"، محقق طوسی کی "تجرید"، امام رازی کی "محصل" میر باقر داماد کی "قبسات" و "افق المبین" کے دوش بدوش فلسفہ کے منتخب ادبیات عالیہ میں شمار ہوتی ہے چنانچہ اس کتاب کی عظمت کے بارے میں محقق شیخ حسین الاصفہانی (متوفی ۱۳۶۱ھ) فرماتے ہیں۔

لو اعلم احدا یفهم اسرار کتاب الاسفار لشددت الیه الرحال للتلمذة علیه وان کان فی اقصی الدیار »	اگر مجھے کسی کے بارے میں علم ہوتا کہ وہ کتاب الاسفار کے اسرار کا فہم رکھتا ہے تو میں اس کی شاگردی اختیار کرنے کیلئے اس تک مسافت طے کرتا چاہے وہ دنیا کے دور دراز علاقے میں ہو۔

اس کتاب پر حکیم آقا علی بن جمشید نوری اصفہانی (متوفی ۱۲۴۶ھ) ملا ہادی سبزواری (صاحب اللئالی منظومہ ۱۲۱۳ھ۔ ۱۲۹۵ھ) مشہور فلسفی آقا علی مدرس فرزند عبداللہ نوری تبریزی صاحب "بدائع الحکم" (متوفی ۱۳۱۰ھ) حکیم اسماعیل بن سمیع اصفہانی (متوفی ۱۲۷۷ھ) مشہور مدرس محمد بن نعیم معصوم زنجانی (متوفی ۱۳۴۹ھ) محمد حسین طبا طبائی صاحب "تفسیر المیزان" نے حواشی لکھے ہیں۔

(۲) **المبدء والمعاد** اس کتاب کے کل ۳۷۰ صفحے ہیں ۱۳۱۴ھ میں طبع ہوئی ہے اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ سید محمد علی مشکوۃ اور ایک نسخہ آل مظفر کے کتب خانہ نجف اشرف میں موجود ہے۔

(۳) **شرح الہدایۃ الاثیریۃ** ۳۹۷ صفحہ پر مشتمل ہے یہ کتاب صاحبان بحث و نظر اور مشائین فلاسفہ کے روش پر لکھی گئی ہے ۱۳۱۲ھ میں چھپ چکی ہے یہ کتاب مشہور فلسفی اثیر الدین مفضل ابہری جو ساتویں صدی ہجری کے مشہور علماء میں سے تھے ان کی کتاب کی شرح ان کی کتاب کا ایک حصہ مایعم الاجسام پر مشتمل ہے جو درس نظامی میں داخل اور "صدرا" کے نام سے مشہور ہے۔

۴۔ **شرح الہیات شفاء** یہ کتاب ۲۶۴ صفحہ میں ہے ۱۳۰۳ھ میں شیخ کی کتاب الشفاء کے جز الہیات کے ساتھ میں چھپ چکی ہے صرف شفا کے چھٹے مقالے تک کی شرح ہے۔

۵۔ **الشواہد الربوبیہ فی مناہج السلوکیۃ** یہ کتاب ۱۲۸۶ھ میں شائع ہو چکی ہے اس کا قلمی نسخہ نجف اشرف میں آل مظفر کے کتب خانہ میں محفوظ ہے جس پر سن کتابت ۲۳۵ھ درج ہے۔

۶- اسرار الآیات و انوار البینات | اس کتاب کی اشاعت پہلی بار ۱۳۱۹ھ میں ہوئی ہے اس کے بعد متعدد بار زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہے۔

۷- المشاعر | یہ کتاب تصوف و عرفان کے موضوع سے متعلق ہے ۱۳۱۵ھ میں چھپ چکی ہے۔

۸- الحکمۃ العرشیہ | اس کتاب میں بھی عرفان کی جھلک ہے یہ کتاب "المشاعر" کے ساتھ ایک ہی جلد میں شائع ہو چکی ہے۔

۹- رسالۃ الحدوث | حدوث عالم کے اثبات میں ایک مبسوط رسالہ ہے ۱۹۴ صفحہ پر مشتمل ہے ۱۳۰۲ھ میں چھپا ہے۔ غالباً کتاب الاسفار سے قبل کا لکھا ہوا ہے کیونکہ مصنف رسالہ نے الاسفار میں جا بجا اس کا حوالہ دیا ہے۔

۱۰- رسالہ اتصاف ماہیت بالوجود | یہ ایک مختصر رسالہ ہے ۱۳۰۲ھ میں طبع ہوا ہے

۱۱- رسالۃ التشخص | یہ بھی ایک مختصر رسالہ ہے۔

۱۲- رسالہ سریان الوجود | اس رسالہ کے بارے میں گمان ہے کہ یہی "طرح الکونین" ہے۔ اسفار سے قبل لکھا گیا ہے۔ وحدت الوجود سے اس میں بحث کی گئی ہے بعض لوگوں نے اسی کو "رسالہ وحدۃ الوجود" بھی بتایا ہے۔

۱۳- رسالہ قضا و قدر

۱۴- رسالہ واردات القلبیہ

۱۵- رسالہ اکسیر العارفین در معرفت حق و یقین

۱۶- رسالہ حشر العوالم | ۳۰ صفحہ کا مختصر رسالہ ہے کتاب المبدء والمعاد کے حاشیہ میں ۱۳۱۴

میں چھپا ہے بعض لوگوں نے اسی کو "طرح الکونین" سمجھا ہے۔

۱۷- رسالہ خلق الاعمال | یہ ایک مختصر رسالہ ہے کشف الفوائد کے حاشیہ پر چھپا ہے۔

۱۸- رسالہ او کہ بہ ملا شمسائی گیلانی نوشتہ | یہ رسالہ شمس الدین محمد گیلانی سے متعلق ہے یہ بزرگ ملا صدرا کے معاصرین اور شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں سن وفات ۱۰۹۸ھ ہے کچھ مشکل و پیچیدہ مسائل سے متعلق ہے۔

۱۹- جوابہائے مسائل سہ گانہ

۲۰- رسالہ فی التصور و التصدیق | ۳۰ صفحہ کا رسالہ ہے ۱۳۱۱ھ میں زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔

۲۱- رسالہ در اتحاد عاقل و معقول | یہ ۲۵ صفحہ کا رسالہ ہے ایران سے طبع ہو چکا ہے اس کا قلمی نسخہ محسنیہ کتب خانہ نجف اشرف میں موجود ہے۔

۲۲- کسر الاصنام الجاہلیۃ | یہ کتاب جماعت صوفیہ کی تکفیر میں لکھی گئی ہے۔ مصنف کی متعدد کتابوں میں اس کا ذکر ملتا ہے

۲۳- جوابات المسائل العویصہ | صاحب الذریعہ نے اس کا ذکر کیا ہے مگر شاید یہ وہی "جوابہائے مسائل سہ گانہ" ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

۲۴- رسالہ فی حل الاشکالات الفلکیۃ الارادۃ الجزافیۃ | اس کتاب کا ذکر کتاب الاسفار (۱/۱۷۶) میں موجود ہے۔

۲۵- حاشیہ کتاب حکمۃ الاشراق سہروردی | ۱۳۱۶ھ میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہے حکمت اشراق شیخ شہاب الدین سہروردی مقتول کی معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ اس پر علامہ قطب الدین شیرازی نے شرح لکھی

قطبی شیرازی کی شرح پر یہ ملاصدرا کا حاشیہ ہے۔

۲۶- رسالہ در حرکت جوہری

۲۷- رسالہ فی الالواح المعادیۃ

۲۸- حاشیہ الرد الشیع السماویۃ | یہ میر باقر داماد کی تالیف ہے ملاصدرا کا اس پر حاشیہ ہے۔

۲۹- شرح اصول الکافی | غالباً ۵۰۰ صفحات میں ہے ایران سے شائع ہو چکی ہے۔

۳۰- رسالہ المظاہر الالٰہیۃ فی اسرار الکمالیۃ | المبداء والمعاد کے حاشیہ پر چھپ چکا ہے

۳۱- مفاتیح الغیب | اصول الکافی کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

۳۲- تفسیر القرآن الکریم | قرآن مجید کے چند آیات اور سورتوں کی تفسیر ہے ملاصدرا نے قرآن کریم کی مکمل تفسیر کا ارادہ کیا تھا۔ مگر مکمل نہ ہو سکا۔

۳۳- جوابات المسائل فی بدء وجود الانسان | الذریعہ (۲۱۵/۵) میں اس کتاب کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

رمضان کا سبق

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کا ہر نیک عمل دس گنا سے سات سو گنا بڑھایا جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ بندہ اپنی شہوت کو اپنے کھانے کو میرے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشی ہے۔ ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اس وقت جب وہ اپنے رب سے ملے گا۔

بوٹ کلب پر مظاہرہ

دلی میں بوٹ کلب ایک ایسی جگہ ہے جہاں کسی نہ کسی طرح کا مظاہرہ روز ہی ہوتا ہے۔ اور لوگ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں مگر ۳۰ مارچ ۱۹۸۷ء کا مظاہرہ ایک الگ ہی شان اور آن بان رکھتا تھا۔ تا حد نظر انسانوں کے سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ مسلمانان ہند کا سمندر دور تک پرسکون انداز میں پھیلا ہوا تھا۔ ان میں سے اکثر اپنے سروں سے کفن باندھے ہوئے تھے اور تمام ہی لوگ اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر آئے تھے۔ وہ مرنا چاہتے تھے۔ شہید ہونا چاہتے تھے۔ خدا کی راہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا چاہتے تھے۔ کتنے ہی نوجوان تھے جن کو رخصت کرتے وقت ان کی ماؤں نے کہا تھا "بیٹا تم خدا کی راہ میں جا رہے ہو۔ اللہ پر بھروسہ رکھنا اور حالات سے نہ گھبرانا خدا تمہارا نگہبان ہے۔ اگر تم اس کی راہ میں کام آگئے تو یہ میری سعادت ہے اور تمہارے لئے جنت ہے۔"

آزادی کے بعد سے مسلمانوں پر برادران وطن نے ظلم کی انتہا کر دی اور حکومت ہر موقع پر تماشائی بنی رہی نہیں بلکہ شریک ظلم اور پلان رہی۔ میرٹھ، مرادآباد، بمبئی، احمدآباد، بھیونڈی، حیدرآباد، بنارس مسلمانوں کا مقتل بن گئے اور عملاً ہندوستان کی زمین مسلمانوں پر تنگ ہو گئی۔ پھر بھی وہ سڑکوں پر نہیں آئے بوٹ کلب پر نہیں گئے لیکن جب حکومت نے زبردستی ایودھیا کی بابری مسجد پر قبضہ کر لیا اس میں مورتیاں رکھوائی اور ہندوؤں کے حوالہ کر دیا، ریڈیو اور ٹی وی پر مسلمانوں کے جذبات کا مذاق اڑایا گیا تو وہ مسلمان سڑکوں پر نکل آیا بوٹ کلب تک گیا اس سے کفن باندھ لیا اور اب ہندوستان میں اس کو جینے کی ایک ہی شکل نظر آ رہی ہے اور وہ یہ کہ وہ مرنے کے لئے تیار رہے۔ جو قوم مرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے اس کو کوئی قوم مار نہیں سکتی۔ حکومت خاموش نہیں کر سکتی۔ بوٹ کلب تو اس کے عزم و ارادہ کی ایک شکل تھی۔

بوٹ کلب نے بھی شاید پہلی بار اپنی آنکھوں سے کفن بردوش دستوں کا نظارہ کیا ہو گا اور

جمہوریت کے اس سب سے بڑے نشان نے تین چار لاکھ مسلمانوں کو ان کے پاکیزہ جذبات پر سلام کہا ہوگا۔ کاش راجیو گاندھی بھی اقتدار کے نشے سے جلد از جلد نکل آتے اور حقائق کا ادراک کر لیتے کہ بابری مسجد مسلمانان ہند کے دلوں کی دھڑکن ہے وہ اس کو واپس لے کر ہی رہیں گے انشاء اللہ۔

مصر میں اسلامی قوتوں کی پیش قدمی

مصر دنیائے عرب سے قریب براعظم افریقہ کا ایک ایسا ملک ہے جہاں کی صد فی صد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اور ملک کی اکثریت اسلامی نظام کی حامی اور اسلام پسند ہے مگر وہاں حکمراں طبقہ اور بیوروکریسی اسلام دشمن اور مغربی مفادات کی حامی ہے وہ ہمیشہ سے امریکہ اور اسرائیل کے اشارہ پر اسلام پسندوں پر ظلم کرتے رہے ہیں۔ جمال عبد الناصر اور انور سادات کا دور تو تاریخ مصر کا بدترین دور ہے اور ان کے ظلم و بربریت پر تاریخ بھی کانپ گئی۔ موجودہ صدر حسنی مبارک امریکہ کے پٹھو اور اسرائیل کے حامی ہیں اور ان کی تمام تر کوششیں اسلام اور مسلمانوں کو دبانے میں صرف ہوتی ہیں۔ مصر میں الکشن کا ضابطہ حکمراں پارٹی کے مفاد میں بنایا گیا ہے اس کے ہوتے ہوئے اپوزیشن کے جیتنے اور حکمراں پارٹی کے ہارنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا گویا جمہوریت کے نام پر یہ جمہوریت کا مذاق ہے اور عملاً ایک پارٹی حکومت ہے۔ ابھی حالیہ الکشن سے پہلے ضابطے میں تبدیلی کے اپوزیشن کے مطالبے کو صدر نے ٹھکرا دیا اور اسی ضابطہ کے تحت الکشن کرایا۔

دھونس دھاندلی اور بے ایمانی کے باوجود اخوان المسلمون اور "العمل" کے متحدہ محاذ نے ۱۵ فیصد ووٹ حاصل کئے اور حکمراں جماعت نے ۷۵٪ ۔ ۴۵۸ سیٹوں والی مصری پارلیمنٹ میں کم از کم اخوانی محاذ کو ۶۰ سیٹیں حاصل ہوں گی اور اس طرح وہ دوسرے نمبر پر ہوں گے۔ اپوزیشن گروپ الوفد کو مصری انتخابی ضابطہ کے تحت ۸٪ ووٹ بھی نہیں ملے اس طرح اسے اسمبلی میں کوئی سیٹ نہیں مل سکے گی۔

مضامین میں خوشخط اور صفحہ کے ایک ہی طرف لکھ کر روانہ کریں ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف وتبصرہ

الفلاح

جمعیۃ الطلبہ جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ یوپی۔ کا سالانہ میگزین
سائز ۳۰×۲۰/۸ کتابت وطباعت معیاری قیمت ۸/ روپیہ
ایڈیٹر۔ عبد البر اثری۔ سرپرست مولانا عبد الحسیب اصلاحی صدر جامعہ۔

جمعیۃ الطلبہ کا سالانہ میگزین الفلاح ایک معیاری میگزین ہے۔ سادہ اور دلفریب ٹائٹل وڈالک آفسٹ کی عمدہ طباعت اور متنوع مضامین اس کے صوری اور معنوی حسن کو دوبالا کر رہے ہیں۔ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل اردو، عربی اور انگریزی کے مضامین طلبہ کی بہترین صلاحیتوں کے آئینہ دار اور ان کی انتھک جدوجہد کے مظہر ہیں۔

جمعیۃ الطلبہ جامعۃ الفلاح بلریا گنج میں پڑھنے والے بچوں کی ایک جمعیۃ ہے جو اپنے مشفق اور لائق اساتذہ کے مشوروں کی روشنی میں اپنے پروگرام بنانے اور چلانے میں بالکلیہ آزاد ہے۔ ہر سال اس کا انتخاب ہوتا ہے اور طلبہ ہی میں سے اس کے ذمے دار ہوتے ہیں تاکہ ان کے اندر مختلف طرح کی صلاحیتیں پروان چڑھیں۔ یہ طلبہ، لائبریری، مطبخ، کھیل، تقریر و تحریر کے پروگرام چلاتے ہیں۔ ہر ہفتہ اردو، انگریزی اور عربی تقاریر ہوتی ہیں اور ہر مہینہ اپنا قلمی رسالہ نکالتے ہیں۔ چھوٹے بچے اپنا قلمی رسالہ "آغاز" نکالتے ہیں، اس سے ذرا بڑے "کہکشاں" نکالتے ہیں اور عربی پنجم تا ہشتم "الفلاح" نکالتے ہیں۔ عربی میں ہر مہینہ "الضیاء" اور انگریزی میں "ٹارننگ اسٹار" قلمی رسالے نکالتے ہیں اور پورے ایک سال میں "الفلاح" کو کتابت و طباعت کے مرحلوں سے گذار کر اپنے ہمدردوں بہی خواہوں اور اپنے سرپرستوں کی خدمت میں اپنی صلاحیتوں کا اندازہ پیش کرتے ہیں تاکہ انھیں بتا سکیں کہ وہ کچھ سیکھ رہے ہیں اور ان کی محنت اور گاڑھی کمائی رائیگاں نہیں جا رہی ہے۔ زیر تبصرہ میگزین میں چند مضامین اچھے ہیں، جو سرپرستوں اور اہل ذوق حضرات کیلئے

بحد مفید ہیں۔ "ایک نادر ولی" مولانا ابو محمد اصلاحی "النفاق اور اس کی علامتیں" مولانا اقبال قاسمی، مولانا محمد ادریس اصلاحی، ناظم جامعہ اور دور حاضر کے عظیم مفکر اور مصنف کا انٹرویو۔ اس کے علاوہ طلبہ کے مضامین بھی بڑی محنت لگن اور جد و جہد سے تیار کئے گئے ہیں اور تاریخ، سیرت، نظریہ و عمل ہر گوشے کو محیط ہیں البتہ صفحہ ۲۲ کالم ایک میں پہلے پیراگراف میں موذن کا جو واقعہ نقل کیا گیا ہے وہ فرضی معلوم ہوتا ہے اور کسی ذہن کا اختراع ہے ٹھوس مضامین کے اندر اس طرح کے واقعات سے استدلال کرنا مضمون کی اہمیت کو گھٹاتا ہے۔ اس طرح کے واقعات سے احتراز لازمی ہے ورنہ حوالہ ضروری ہے۔ کتابت طباعت اور پروف ریڈنگ کی معمولی غلطیوں سے قطع نظر میگزین طلبہ کے موجودہ معیار کے مطابق ہے اور لائق مطالعہ ہے۔

— سہ ماہی فکر و نظر کا۔ نامورانِ علی گڑھ۔ دوسرا کارواں۔ مدیر نور الحسن نقوی معاون محمد صابر

سائز ۲۰×۳۰/۸ صفحات ۲۰۵ قیمت ۲۰/ روپیہ

ادارہ فکر و نظر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

سہ ماہی فکر و نظر کا نامورانِ علی گڑھ نمبر دوسرا کارواں اپنے اندر ۲۷ بھاری بھرکم شخصیات کو سمیٹے ہوئے ہے گویا کوزے میں بڑی خوبصورتی اور لطافت سے دریا کو بند کر دیا گیا ہے۔ یہ وہ نامور ہیں جن کا تعلق علی گڑھ سے سرسید کے بعد رہا یا جنھوں نے سرسید کا زمانہ بھی دیکھا۔ اس میں سر آغا خاں، ڈاکٹر ضیاء الدین، مولوی عبد الحق، سر راس مسعود، نواب محمد اسماعیل، مولوی عنایت اللہ وغیرہ نامور ان شامل ہیں۔ اس کارواں میں کچھ ایسے لوگ بھی شامل ہیں جن کی زندگی کا اور نظریات کا تفصیلی مطالعہ کیا جانا چاہئے۔ شاید مزید طوالت اور ضخامت سے بچنے کے لئے اکثر مضمون نگاروں نے اختصار سے کام لیا ہے اور صرف ان حصوں کو زیادہ روشن کیا ہے جو علی گڑھ سے متعلق تھے۔ جب ادارہ فکر و نظر کے ذمہ داروں نے یہ فیصلہ کر ہی لیا تھا کہ نامورانِ علی گڑھ کو موجودہ نسل سے روشناس کرائیں تو ذرا تفصیلی مطالعہ پیش کرنا چاہئے تھا بھلے ہی ضخامت اور بڑھ جاتی اور شمارے بڑھ جاتے۔ کاغذ اگر باریک اور عمدہ لگایا جاتا تو اتنی ہی ضخامت میں مزید صفحات آجاتے ویسے اس کی موجودہ شکل بھی کچھ کم مفید نہیں ہے۔ علی گڑھ سے ہمدردی رکھنے والوں، اور تاریخ و ادب کے طالب علموں کے لئے یہ ایک نادر و نایاب تحفہ ہے جس کے ایڈیٹر اور نائب ایڈیٹر دونوں مبارکباد کے مستحق ہیں۔ قیمت بھی مناسب ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کو پڑھا جائے اور عام کیا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادارہ

جامعہ کے لیل و نہار

انجمن طلبہ قدیم اے ایم یو کی سرگرمیاں

مولانا طاہر مدنی اور ماسٹر جلیل احمد فلاحی کی آمد پر اے ایم یو الومنائی نے ایک عمومی نشست نقوی پارک میں منعقد کی۔ باہمی تعارف کے بعد مولانا طاہر صاحب نے فرمایا کہ شعبہ دینیات کا احساس طلبہ جامعۃ الفلاح کے تئیں نیک جذبات اور اس سے گہری عقیدت رکھتا ہے۔ اور اسے اس دور میں اپنی طرز کا ایک منفرد ادارہ سمجھتا ہے۔ جو جدید و قدیم علوم کا سنگم ہے جہاں ہر سال کثیر تعداد میں طلبہ تعلیم و تربیت اور اخلاق و کردار سے مسلح ہو کر اس کی بقا اور نشو و نما کے لئے میدان عمل میں اترتے ہیں۔ آپ نے گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا: "جامعہ تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور نصاب تعلیم میں حالیہ ترمیم و تبدیلی صحیح سمت میں ایک قدم ہے۔ جامعہ میں طلبہ جب ان قدیم علوم میں کامل مہارت رکھتے ہیں وہیں اب بعض جدید علوم خصوصاً انگریزی، سائنس، ریاضیات و حسابیات میں بھی اپنی صلاحیتوں میں نکھار پیدا کرنے کا موقع لے گا۔ مولانا یونیورسٹی کی ڈگری لائی سائنس کے موضوع پر ہونے والی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے تشریف لائے تھے۔ آپ نے جامعہ کے از سر نو الحاق پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔

عالمیت کی سند کو شرف قبولیت حاصل

گذشتہ سال طلبہ کے داخلے کے سلسلے میں جو دشواریاں حائل تھیں۔ خدا کا شکر ہے کہ طلبہ قدیم اے ایم یو ٹرسٹ کی مہم کی وجہ سے راہ میں حائل تمام دشواریاں ختم ہو گئیں اور یونیورسٹی انتظامیہ نے جامعۃ الفلاح کی عالمیت کی سند کو B.A. سال اول کے لئے قبول کر لیا ہے۔ واضح رہے کہ یونیورسٹی انتظامیہ فضیلت کی سند کو پہلے ہی شرف قبولیت بخش چکی ہے۔ (علی گڑھ بیورو)

فارغین جامعہ کو الوداعی پارٹی

حسب سابق اس سال بھی جامعہ سے فارغ ہونے والے طلبہ کو الوداعی پارٹی دی گئی۔ ۴؍اپریل ۱۹۸۶ء کو ۱۱ بجکر ۱۵ منٹ پر جامعہ کا واحد ہال طلبہ اور اساتذہ سے بھرا ہوا تھا اور سب کے چہرے خوشی و غم کی ملی جلی کیفیت کے آئینہ دار تھے سلیقہ سے سجا ہوا دسترخوان اپنے دے ٹروں کی مہارت کا ثبوت فراہم کر رہا تھا۔ کاغذ کی خوبصورت پلیٹوں میں نمکین، بسکٹ اور میٹھے کی خوبصورت رنگ سے بھرپور تازہ قاشیں انتظام کرنے والے کے حسن ذوق کا پتہ دے رہی تھیں پھر چائے کے دور سے لطف اور دوبالا ہوگیا۔

چائے کے بعد صدر محترم مولانا عبدالحسیب صاحب اصلاحی کی آواز نے خاموشیوں کو توڑ دیا۔ آپ نے فرمایا آج خوشی کا دن ہے مگر غم بھی ہوتا ہے خوشی اس لئے کہ ایک طالب علم فراغت کے دروازے پہ کھڑا ہے اور میدان عمل میں جا رہا ہے اور غم اس بات کا کہ وہ طلبہ چند دنوں میں داغ مفارقت دے جائیں گے جن کی سالہا سال تک ہم نے تعلیم و تربیت کی اور جن سے بہت ہی انسیت اور مضبوط تعلق پیدا ہوگیا ہے۔ مولانا فاضل بدر مدنی صاحب نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا: "لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح کے مدرسوں میں تعلیم دلانے سے بچوں کا مستقبل تاریک ہوجائے گا حالانکہ یہ مستقبل کا بہت غلط اور ناقص تصور ہے۔ یہ تصور دور جدید اور مادہ پرستانہ ذہنیت کی پیداوار ہے اور ایک مادہ پرستانہ تصور ہے۔ آپ اس فکر کو منہدم کریں۔ مستقبل کا یہ تصور صرف اسی دنیا کے نفع ونقصان تک محدود ہے آپ نے جو علم حاصل کی ہے اس کے فوائد ہمہ گیر ہیں وہ اس دنیا کے لئے بھی مفید ہے اور آخرت کے لئے بھی۔ آپ نے طلبہ کو تین باتوں کی نصیحت کی۔

۱۔ ایسا نہ ہو کہ آپ اپنے گھروں پہ جاکر ماحول میں گم ہو جائیں۔ آپ تو علم و عمل کے چراغ اور ماحول کی تاریکیوں میں جگنوؤں کی مانند ہیں آپ کو ماحول کو روشن اور تابناک کرنا ہے۔

۲۔ جو لوگ علی گڑھ یا دوسری یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے جائیں ان کے لئے وہاں دونوں طرح کے مواقع ہیں بننے کے بھی اور بگڑنے کے بھی، کھیلنے کے اور پڑھنے کے بھی۔ وہاں بہترین اسٹاف ہے مختلف علوم و فنون کے ماہرین ہیں۔ لائبریریاں ہیں جن میں ہر موضوع پر کتابیں دستیاب ہیں آپ اس موقع کو ضائع نہ کریں۔

مولانا ابوبکر اصلاحی نے اپنی گفتگو کا آغاز چند قیمتی نصیحتوں سے کیا۔ فرمایا آپکی مقصد زندگی رضائے الٰہی کا حصول ہے اور یہ اعلاء کلمۃ اللہ اور اقامت دین کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ آپ اپنے مقصد زندگی کو فراموش نہ کریں۔

۲۔ آپ کے ذریعہ لوگ اسلام کو سمجھیں گے اور یہ کردار کے بغیر ممکن نہیں ہے آپ اسلام کے سچے خادم اور عملی نمونہ پیش کریں۔

۳۔ رزق کی کنجیاں خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ رزق دے گا۔ آپ اپنا کام کریں وہ اپنا کام کرے گا۔ رزق کے سلسلے میں پریشان نہ ہوں۔

مولانا صغیر احسن صاحب نے پروگرام کو ختم کرتے ہوئے فرمایا شیطان علماء کو مختلف طریقے سے بہکاتا ہے۔ آپ لوگ علماء کی فہرست میں آگئے ہیں۔ اسلئے اس سے ہوشیار رہیں اور اپنے اوپر قابو نہ پانے دیں۔

فارغین کے نام یہ ہیں

۱۔ سرفراز احمد رحیم تھان ۲۔ ولی اللہ سعیدی بستی ۳۔ شکیل احمد محمد پور صدر اعظم گڑھ ۴۔ عنایت اللہ کوہنڈہ اعظم گڑھ ۵۔ عبدالحی نیپال ۶۔ امیر فیصل بلریاگنج ۷۔ عبدالرب پوربیا ۸۔ ابوذر دربھنگہ ۹۔ محمد ارشد علاؤالدین پٹی ۱۰۔ نیاز احمد گیا ۱۱۔ عبدالرحمان بستی ۱۲۔ غلام نبی کشمیر ۱۳۔ نعیم الدین اعظمی بلالی ۱۴۔ عبدالغفار صدیقی ۱۵۔ احسن الاشرف سیوان ۱۶۔ محمد طاہر بستی ۱۷۔ ابرار اسحاق رامپور ۱۸۔ نظام الدین سہرسہ ۱۹۔ عطاؤالرحمٰن بستی ۲۰۔ ریحان احمد لدری ۲۱۔ خورشید احمد بجنور۔

جامعۃ الفلاح شعبہ نسواں سے بھی اسی تعداد (۲۱) میں بچیاں فارغ ہورہی ہیں۔

جامعہ میں تعطیل

۲۲؍اپریل ۱۹۸۶ء کو جملہ شعبہ جات کے امتحانات ختم ہو جائیں گے اور اسی روز طلبہ اپنے گھروں کو روانہ ہو سکیں گے۔ ۱۷؍جون مطابق شوال سے نیا تعلیمی سال شروع ہوگا۔ عربی اول میں داخلہ کے لئے امتحان ۱۸ جون کو ہوگا۔ جملہ شعبہ جات کے ضمنی امتحانات ۱۸ جون کو ہونگے۔ داخلہ کے امیدوار ان رمضان کے اندر ہی جامعہ کے مطبوعہ فارم پر درخواست بھیج کر منظوری حاصل کرلیں فارم کے لئے ایک روپیہ کا ٹکٹ ارسال کریں۔

فارغ ہونے والے طلبہ کو انجمن کا استقبالیہ

اس سال فارغ ہونے والے طلبہ کو انجمن نے ۱۲ اپریل ۱۹۹۰ء کو بعد نماز عصر استقبالیہ دیا۔ استاذ محترم مولانا شبیر احمد اصلاحی نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا یہ دنیا باطل طاقتوں سے بھری ہوئی ہے لیکن مجھے اطمینان ہے آپ اس میں کھوئیں گے نہیں کیونکہ آپ کے پاس قرآن وحدیث کا علم ہے۔ ہم انشاء اللہ آپ کے پیچھے تازہ دم دستے بھیجتے رہیں گے۔

صدر انجمن جناب نسیم غازی نے فرمایا کہ آپ یہاں سے رخصت ہو رہے ہیں مگر ہم آپ کا استقبال کر رہے ہیں۔ آپ جانے سے پہلے یہاں کے اسٹاف اور اساتذہ کرام کے بارے میں اپنے دل کو صاف کر لیں۔

جب آپ مزید تعلیم کے لئے عصری درسگاہوں میں جائیں تو مرعوب نہ ہوں بلکہ اپنا تشخص برقرار رکھیں اور ثابت کریں کہ علمی اور عملی میدان میں کوئی آپ سے آگے نہیں جا سکتا۔

آپ کی فراغت سے ہم کو بے حد خوشی ہے آپ ہمارے ہم سفر ہیں۔ انجمن کے وسائل محدود ہیں وہ کما حقہٗ آپ کا تعاون نہیں کر پاتی۔ اسلئے آپ انجمن کے ساتھ تعاون کریں۔

مولانا مودودی کی اہلیہ محترمہ بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے لڑکے کو نصیحت کر رہی تھی کہ بیٹا نماز پڑھا کرو لوگ کیا کہیں گے کہ مولانا مودودی کا بیٹا نماز نہیں پڑھتا ہے۔

اس پر مولانا مودودی کہتے ہیں۔

”بیٹا۔ جب بھی نماز پڑھنا، اللہ تعالیٰ کی نماز پڑھنا۔ باپ کی نماز نہ پڑھنا۔“